درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نماز پابندی کے ساتھ ادا کریں

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: الملائكة تصلی علی أحدكم مادام فی مصلاه مالم يحدث: اللهم اغفرلی، اللهم ارحمه، لايزال احدكم فی صلاة ماكانت الصلاة تحسبه، لا يمنعه أن ينقلب الی أهله الا الصلاة (صحيح بخاری : ٦٥٩، باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد، كتاب الاذان)

ترجمہ : حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی بھی آدمی کے لیے اس وقت تک یہ دعا کرتے رہتے ہیں ''اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما''، جب تک وہ آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے اور بے وضو نہ ہوا، تم میں سے وہ آدمی جو صرف نماز کی خاطر رکا ہوا ہو اور اس کو گھر جانے سے کوئی چیز نہ روکنے والی ہو سوائے نماز کے تو اس کے (انتظار کا سارا وقت) نماز میں ہی شمار ہوگا۔

تشریح: نماز سفر معراج کا عظیم تحفہ ہے، اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے، اسلام اور کفر کے درمیان تفریق کرنے والی ہے، جنت کے حصول کا ذریعہ اور جہنم کو حرام کرنے والی ہے، اچھائیوں کی طرف راغب اور برائیوں وفحاشیوں کی بیخ کنی کرنے والی ہے۔ چنانچہ اس عظیم المرتبت عبادت کی بڑی ہی اہمیت و فضیلت ہے۔ بالخصوص اس کے اجر وثواب میں اس وقت مزید اضافہ ہوجاتا ہے جب آدمی اس کی ادائیگی میں حد درجہ دلچسپی رکھتا ہو اور اسی کی تاک میں لگا رہتا ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مشہور حدیث مروی جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے ایسے لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ ان سات خوش نصیبوں میں ایک "رجل قلبه معلق فی المساجد" وہ شخص ہوگا جس کا دل مسجد سے ہر وقت لگا رہتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ نماز کے تاک میں لگا رہتا ہے۔ ایک فرض کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں لگا رہتا ہے اور صرف نماز ہی کے انتظار میں اپنے جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے تو ایسے شخص کے انتظار کی گھڑی کا اجر وثواب نماز کے ہی اجر وثواب کے برابر ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا باوضو رہ کر انتظار کرنے کی ترغیب دلائی ہے، رب کی رحمتوں اور اس کی عنایتوں کا مستحق قرار دیا ہے۔ عرش الٰہی کی بشارت اور فرشتوں کے ذریعہ دعاء مغفرت کا مژدہ سنایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد میں صبح وشام بار بار حاضری لگاتا ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ جنت میں ایسے شخص کی مہمانی کا سامان کرے گا۔ وہ صبح وشام جب بھی مسجد میں جائے۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ٦٦١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انگوٹھی پہنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں، ایک رات عشا کی نماز آدھی رات تک مؤخر کردی۔ پھر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جب سے نماز کا انتظار کررہے ہو اس وقت سے لے کر برابر نماز کی ہی حالت میں ہو۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت سے آپ کی انگوٹھی کی چمک کا سماں میری آنکھوں میں ہے۔

مذکورہ بالا تمام احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نماز کے تاک وانتظار میں لگے رہنے اور اس کے لیے باوضو ہوکر انتظار کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو نماز کی پابندی اور نماز کے لیے مسجد میں باوضو رہ کر دوسری نماز کا انتظار کرنے اور ذکر واذکار میں مشغول رہنے کی مزید سے مزید تر خصوصی توفیقات اور عنایات سے نوازے، بروز قیامت خصوصی سایہ نصیب فرمائے، اپنی رحمتوں اور برکتوں کا برکھا برسائے اور نماز کی تاک میں ہمیشہ دل کو لگائے رکھے۔ آمین۔ صلی الله علی نبينا محمد وسلم تسليما كثيراً.

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی　مولانا طٰہٰ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

بدلِ اشتراک
سالانہ ―――― ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ―――― ۷/روپے
پاکستان ―――― ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

کیا بین الاقوامی تعلقات میں اسلامی منہج حقیقی اور واقعی چیز ہے؟

اسلام دین فطرت ہے اور ساری انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اور”**لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لابيض على اسود ولا لاسود على ابيض كلكم من بني آدم وآدم من تراب**“ کے بموجب اور ایک آدم کی اولاد، ایک ہی رب کریم کے پرستار اور ایک ہی نبی کے فدا کار و وفادار ہونے کے ناطے وہ اندرونی و بیرونی اور بین الاقوامی ہر سطح پر کسی بھی قوم اور جماعت سے تعلقات استوار رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور اس ذمہ داری کو مسلمان عمدہ طور پر ادا کرنا اپنا دینی، اخلاقی اور انسانی فریضہ سمجھتے ہیں۔ عدل وانصاف اور ایمان کا بھی یہی تقاضا ہے۔ حتی کہ وہ حالت جنگ میں بھی برسرپیکار اقوام کے ساتھ تعلقات کے اسلامی اصولوں کو برتنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی لیے سخت ناگزیر حالات میں مسلط کی گئی جنگ میں بھی تین اصولوں کی کارفرمائی ضروری قرار دی گئی ہے۔ گذشتہ اداریوں میں ان اصولوں کا مختصر طور پر تذکرہ آچکا ہے۔ یہ تینوں اصول کچھ اس طرح ہیں:

۱- جنگ اللہ کی راہ میں ہو (**الجهاد في سبيل الله**) یعنی اس سے ظلم و زیادتی کو روکنا مقصود ہو، ظلم کے خلاف دفاعی جنگ ہو، مظلوم کی حمایت میں جنگ کی جارہی ہو اور زمین میں فساد پھیلانے والوں سے جنگ ہو۔

۲- دوسرا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں سے لڑنے والوں سے جنگ ہو۔

۳- تیسرا اصول یہ ہے کہ جنگی ضرورتوں سے عدم تجاوز، خواہ حالات جیسے بھی ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان اسلامی اصولوں اور منہج کا عملی اور تطبیقی مظاہرہ کیا ہوسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان اصولوں کو سامنے رکھیں، پھر اقوام عالم کے تعامل کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے میں اسلام اور مسلمانوں اور خاص طور پر مسلم حکمرانوں کے طرز عمل کو سامنے رکھ کر کوئی بات کریں تو قرین انصاف اور عدل کے قریب مسلمانوں کا کردار وعمل ہوگا۔

پچھلے اداریوں میں ہر اصول سے متعلق اسلامی تعلیمات صاف صاف

بیان کی گئی ہیں اور قرآن کریم کی متعدد آیتیں بطور نمونہ پیش کی گئیں ہیں، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ معرض استدلال میں بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے گئے، تاریخی حقائق اور خلفاء وسپہ سالاران اسلام کے واقعات بھی بطور مثال معدودے چند ذکر کیے گئے ہیں اور انتہائی سنگین حالات اور عین وقت جنگ وجدال میں دشمن اور اقوام غیر کے ظلم وزیادتی اور ناانصافی کے جواب میں بھی وعدہ خلافی کا جواب ایفائے عہد سے دینے کی واضح مثالیں اور آیتیں پیش کی گئی ہیں۔اس لیے یہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی ادوار کے طویل ووسیع دور حکومت میں ان اصولوں کی پابندی کی گئی۔ہاں کبھی ایسا بھی ہوا کہ بعض اصولوں کی ایسی پابندی خود مسلمانوں کی آپسی آویزشوں اور دیگر اقوام سے بر سرپیکار ہونے میں کماحقہ نہیں کی جاسکی اور کہیں نہ کہیں خلل واقع ہوا، تو اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ لڑائیاں نہ تو اس عہد کے فقہاء کی نظر میں اور نہ بعد کے عہد کے مورخین کی نظر میں کبھی بھی جہاد اور شرعی جنگ نہیں بن سکیں۔

لیکن تیسرے اصول جنگی ضرورتوں سے عدم تجاویز پر مسلمانوں نے تسلسل کے ساتھ عمل کیا۔تاریخ میں ایک بار بھی اس کی مثال نہ ملے گی کہ اسلامی تعلیمات کے پابند مسلمانوں کی طرف سے اس میں خلل آیا ہو۔رہ گئی مجرد جہانبانی و حکمرانی، مال غنیمت وکشور کشائی اور ہوس حکمرانی تو ظاہر بات ہے کہ جو اسلامی تعلیمات سے خود نابلد ہوں اور انہیں بنیادی اسلامی تعلیمات اور عقائد وعبادات سے سروکار نہ ہو، انہیں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دینا ''بندر کی بلا طوطے کے سر'' کے مترادف ہوگا۔نیز یہ کہ جن کو اسلام کے بنیادی عقائد وتعلیمات سے کچھ لینا دینا نہ ہو اور جنہیں اپنے وغیر کی تمیز بھی نہ ہو اور محض حکمرانی وجہاں بانی ہی جن کا مطمح نظر ومشغلہ خاص ہو، ان کے بارے میں کچھ کہنا اور ان کو معرض بحث واستدلال میں لانا عقل ومنطق اور عدل وحق کے خلاف ہے۔خصوصا ایسے حالات میں جبکہ علماء اسلام، فقہاء اور مورخین نے ان پر نکتہ چینی بھی کی ہو اور اسلام اور مسلمانوں کو اس سے بری قرار دیا ہو۔ویسے بھی مجرد سلطنت وحکومت اور اس کے حکمرانوں اور اور بادشاہوں کی حکم رانی اور سیاست چیزے دیگر ہے اور اسلام کچھ اور۔جس کی مثال ہر جگہ مل جائے گی۔نیز یہ تو معلوم ہی ہے کہ

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

ورنہ اسلام کے دعویداران اور مسلم حکمران کبھی بھی ان اصولوں سے سرتابی نہیں کرتے ۔ان کی طویل تاریخ اور وسیع وعریض چہاردانگ عالم اور کئی بر اعظموں میں پھیلی ہوئی حکومتیں اس پر شاہد عدل ہیں۔کیوں کہ وہ مرد مومن ہوتے تھے اور ان کی تو ہر حال میں یہی حالت اور ضرورت ومقصدیت رہی کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

لیکن اس قضیہ کو ایک اور زاویہ سے زیر بحث لانا چاہئے، خصوصا بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں مذکورہ بالا امور کی وضاحت خود اہل مغرب کی تشریحات اور ان کے تذکرے اور موازنے سے کرنا مفید ہوگا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ صالح بن عبدالرحمٰن الحصین رحمہ اللہ کی کتاب'' اسلامی و معاصر عالمی تہذیب میں بین الاقوامی تعلقات۔ایک جائزہ'' کے اردو ترجمہ از محقق کبیر ومحدث شہیر ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی حفظہ اللہ سے،طویل سہی، اقتباس پیش کر دیا جائے:

''۱-مسلمان یرموک کی فیصلہ کن جنگ اور ارطبون کی فوج کی شکست کے بعد طاقت کے زور پر بیت المقدس پر قبضہ کرسکتے تھے۔طاقت کے زور پر یہ قبضہ ان کو مصالحت کے ذریعے سے ہونے والی فتح سے زیادہ اور اہم مادی امتیازات عطا کرتی، لیکن مصالحتی فتح کی رغبت کی وجہ سے مسلمانوں نے بیت المقدس کے محاصرے کو ترجیح دی۔اس باب میں بہت سارے جانی اور مالی خسارے کو برداشت کیا۔یہاں تک کہ وہاں کے باشندوں نے مصالحت قبول کرلی۔

صلح نامہ ایسی شرائط پر طے پایا جن سے ہرگز یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ یہ ایک جیتی ہوئی اور دوسری ہاری ہوئی فوج کے مابین مصالحت ہے۔مثلاً: مسلمان روم سے حالت جنگ میں تھے، لیکن معاہدے کے ضمن میں یہ بات آئی کہ معاہدے کی رو سے رومی فوج اور اس کے قائدین کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ بیت المقدس میں باقی رہیں۔ان کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے، جو یہاں کے فلسطینی شہریوں کو حاصل ہیں۔ان پر وہ ذمے داریاں عائد ہوں گی، جو ان شہریوں پر عائد ہوتی ہیں یا وہ رومی فوج سے جاملیں۔ایسی صورت میں مسلمان ان کی جان ومال کی حفاظت کے ضامن ہیں، حتی کہ وہ اپنے محفوظ ٹھکانے تک پہنچ جائیں۔

مسلمان فوج بیت المقدس میں داخل ہوئی، لیکن نہ تو وہاں کوئی خون بہایا گیا، نہ کوئی لوٹ مار ہوئی، نہ کوئی عبادت گاہ منہدم ہوئی۔بلکہ نصرانیوں نے عزت وتکریم کے جذبے سے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ کو قیامت نامی کنیسہ میں آنے کی دعوت دی، تو آپ اس میں اس خوف سے آنے سے باز رہے کہ اس کو مثال بنا کر مسلمان کہیں کنیسہ میں صلاۃ پڑھنے کی عادت نہ بنالیں اور اس طرح سے اس کے اندر نصرانیوں پر غالب آجائیں۔

مسلمانوں کے رومیوں پر غلبے اور بیت المقدس پر فتح یابی سے تقریباً بیس (۲۰) سال پہلے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اہل فارس رومیوں پر غالب آئے اور بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ یہ قبضہ کیسے ہوا؟ مغربی مورخین کی لکھی ہوئی تاریخی کتابوں کا بیان ہے کہ شہر کو جلایا اور لوٹا گیا۔ نصرانی باشندوں کا خون ہولناک قتل عام میں بہا۔ کنیسے جلائے گئے۔ اس جگہ کی اہانت کی گئی جس کے بارے میں نصرانیوں کا اعتقاد ہے کہ یہاں پر عیسی علیہ السلام مدفون ہیں۔ مال غنیمت کے طور پر نفیس اور مقدس چیزوں کو یہاں سے اٹھایا گیا، جن میں سے بڑی صلیب (True Cross) بھی تھی، جس کے بارے میں نصاری کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اسی پر پھانسی دی گئی تھی۔ فارس کے مذہبی لوگوں نے نصاری کی مذہبی لوگوں پر فتح یابی کی خوشی کا جشن منایا۔ یہودیوں نے لوٹ مار اور قتل وغارت گری میں اہل فارس کی مدد کی۔ کیونکہ وہ نصاری کے تسلط سے ناراض تھے، جس نے نصرانیوں کو ان کے خلاف انتقام پر اس وقت ابھارا، جب چند سالوں کے بعد رومیوں کا فارسیوں پر غلبہ ہوا۔

۲- مستشرقین کی جماعت میں اسلامی تاریخ سے سب سے زیادہ واقفیت رکھنے والی جرمنی خاتون ریجرید ہونکہ ہے، جس نے مسلمانوں پر صلیبیوں کے غلبے اور بیت المقدس پر ان کے قبضے کو موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتی ہے: "صلیبی جب اپنے مقررہ نشانے بیت المقدس تک پہنچ گئے، تو اس کے بعد ان کے جوش وجذبات میں طغیانی آئی، جس کے سامنے سارے بند ٹوٹ گئے۔ ان لوگوں نے ایسی بدترین بربریت کا مظاہرہ کیا، جس نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ان کے تیس دن کے صیام نے جو انھوں نے متعصّبانہ جوش اور تقرب الٰہی کے لیے نذر میں رکھے تھے، اس چیز کو مزید بھڑکایا۔ ان ساری چیزوں کا رد عمل فرانس اور نورمان کے انگریزی شہ سواروں میں سے خوں ریزی کرنے والے اور ان کی وہ ٹولیاں جو بیت المقدس کے راستوں پر نکل آئی تھیں، لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگیں۔ مرد، عورت، بوڑھے، بچے، جو بھی سامنے آیا ان کو قتل کر دیا۔ خود ہمارے مغربی مصادر ذکر کرتے ہیں کہ اس وحشیانہ قتل و غارت گری میں دس ہزار لوگ مارے گئے''۔

یورپی مورخ میشائیل دار سیر ربیان کہتا ہے کہ کس طرح خود بطریرک بیت المقدس کی گلیوں میں دوڑ لگا رہا تھا۔ اس کی تلوار سے خون کے قطرے بہ رہے تھے۔ وہ جس کو بھی راستے میں پاتا تہ تیغ کر دیتا تھا۔ قیامت نامی کنیسہ اور مسیح کی قبر تک پہنچنے سے پہلے، وہ اس اقدام سے باز نہیں آیا۔ پھر یہ مذہبی گیت گنگناتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ میں لگے خون کو دھونے لگا: ''نیک لوگ جب برے لوگوں کا انجام دیکھیں گے، تو خوش ہوں گے۔ اپنے قدموں سے ان کے خون کو دھوئیں گے۔ لوگ کہیں گے: بیچ ہے، سچے کے لیے بدلہ ہے۔ زمین میں فیصلہ کرنے والا الہ (معبود) ہے'' (مزمور ۵۸/۱۰-۱۱)۔ رہ گیا وہ میدان جس کے درمیان صخرہ اور مسجد اقصی واقع ہیں اور وہاں پر خوف ودہشت اور بچاؤ کی غرض سے بھاگ کر مسلمان باشندوں کی اکثریت نے پناہ لی، تو وہ انگریزوں کی تباہ کن یلغار کے نتیجے میں خون کا حمام بن گیا، جس میں نصرانی جنگجوؤں کے قدم ٹخنے تک ڈوب گئے، جو مسلمانوں کا صفایا کرنے میں مشغول تھے۔

پہلا صلیبی حملہ ۱۰۵۹ء انسانیت کی تاریخ کے غیر مفید بڑے سانحات میں سے ایک سانحہ کی غمناک موسیقی کا مقدمہ تھا۔ اس دن یہ سانحہ اس طرح نقش ہوا، جس کو تاریخ کے دماغ سے کبھی بھی نہ مٹایا جاسکے گا۔ اگر پہلا صلیبی حملہ ایک متعین وقت میں مسیح کے دفاع میں نصرانی جنگجوؤں کی زبردست جیت پر ختم ہوا، تو فی نفس الوقت وہ ایک ہولناک اخلاقی شکست بھی تھا، جس کو تاریخ نے ذلت ورسوائی کے حروف سے لکھا ہے۔ اس بربری حملے نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے دل میں جو جذبہ جگانا تھا جگایا۔ یہ پہلا صلیبی حملہ ایک ایسی عار اور رسوائی کا داغ ہے، جو مغرب کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اس کی طرف اتہام کی انگلی سے اشارہ کر رہا ہے۔

بیت المقدس پر حملے کے قائد گوڈفری نے بابائے روم کو لکھ کر یہ خوش خبری دی کہ اس کی فوج کے گھوڑے اس خون میں دوڑ رہے تھے، جو کفار (مسلمانوں) کے جسم سے بہ رہا تھا۔ چند دہائیوں کے بعد سلطان صلاح الدین نے حطین کی فیصلہ کن جنگ میں صلیبیوں کو شکست دی۔ ان کے سامنے بیت المقدس کی فتح عمل میں آئی۔ مسلمان جب اس میں فاتحانہ داخل ہوئے، تو انھوں نے رواداری، انسانیت اور شجاعت کے اس اخلاق کا مظاہرہ کیا، جس نے متعصب مغربی مورخین تک کو اس کے اعتراف پر مجبور کر دیا۔

اس مناسبت سے مسلمانوں اور صلیبیوں کے اخلاق کے مابین موازنہ کرتے ہوئے ریجرید ہونکہ لکھتی ہے: ''یہاں پر ہم شیر دل انگریز بادشاہ رچرڈ کا ذکر کریں گے۔ جس کی نشو ونما مغرب میں معزز بادشاہوں کی طرح ہوئی تھی۔ اس نے اس اچھی شہرت کو ذلت وعار میں غرق کر دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کو رسوا کن طور پر اس میں ملوث کر دیا۔ اس نے اپنے شرف وعزت کی قسم کھائی تھی کہ وہ تین ہزار عربی قیدیوں کو زندگی کی امان دے گا، لیکن اس کا مزاج

اچانک بدل جاتا ہے اور وہ ان سب کو ذبح کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔ فرانسیسی فوج کا قائد تیزی سے اس کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ اس طرح سے اس نے اس بدترین عمل اور خون ریزی سے اپنی شہرت کو ہمیشہ کے لیے داغ دار کرلیا۔ اپنی فتح کے نتیجے کو ذلت و عار سے بدل دیا۔ اس کے برعکس صلاح الدین ایوبی جنھوں نے نصرانی فوج کو ذلیل ورسوا کیا، لیکن ان نصرانی قیدیوں سے بالکل انتقام نہ لیا، جو اس کے رحم وکرم پر تھے کہ وہ ان کی خیانت، بے وفائی اور ان کے لامحدود وحشیانہ طرز عمل کا بدلہ لیتا۔ صلاح الدین نے ان کو دوسری بار اس وقت رسوا کیا، جب وہ دوبارہ بیت المقدس واپس لینے پر قادر ہوا، جس کو صلیبیوں نے اس سے پہلے اس کے باشندوں کے ایسے قتل عام میں خون بہانے کے بعد لیا تھا، جس کے قریب حیوانیت اور سنگ دلی میں کوئی قتل عام نہیں ہوگا۔ لیکن صلاح الدین نے مسلمانوں کے خون بہانے کے انتقام میں نصرانیوں کا خون نہیں بہایا، بلکہ اس کا اخلاق ان کے شامل حال رہا۔ اس نے ان پر دینی فیاضی اور مہربانی کی بھر پور بارش کی جو بہادری کی بلند روح کے لیے ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کے برعکس نصرانی بہادری نے کوئی ایسی اخلاقی پابندی نہیں جانی، جو اس پر عائد کرے کہ وہ ان کافروں (مسلمانوں) کو ان کے فطری حقوق ادا کرنے کی اجازت دے۔ اسی طرح نصرانی بہادری نے سمجھا کہ اس کے لیے اس عز وشرف کے عہد کا پاس ولحاظ رکھنا لازم نہیں ہے، جو اس نے غیر نصرانی کو دے رکھا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اسلام اور نصرانیت کی طبیعت اور مزاج کے سمجھنے میں اور ان دونوں کے انسانیت کے فہم کے اختلاف میں دوسری اقوام کے ساتھ قطعی فرق موجود ہے‘‘۔

۳- دمیاط پر صلیبی غلبے، پھر سلطان کامل کے ہاتھوں ان کی شکست کی مناسبت سے ریجرید ہونکہ صلیبیوں اور مسلمانوں کے سلوک اور رویے کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتی ہے: ’’دشمن کے معاملے میں صرف خیالی بات ہی نہیں، بلکہ وہ قیمتی شہادتوں سے پر ظلم وزیادتی سے خالی معاملہ ہے، معروضیت کے اعتبار سے بھی اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جائے اور اس کو وہ عزت واحترام دیا جائے، جس کا وہ مستحق ہے اور دشمنوں کے درمیان دوستی کو پہنچنے کا موقع دیا جائے۔

اس اخلاقی موقف اور طرز عمل پر دلالت کرنے والی گواہی یہ ہے کہ صلیبی جنگوں میں شرکت کرنے والے ایک جرمنی نے اپنے وطن واپس آنے کے بعد رائن نہر پر اضطراری طور پر سلطان مصر ملک کامل کو خط لکھ کر اپنے جذبات کا موثر اظہار کیا۔ اس کے ذہن میں ہولناک قتل گاہ کی وہ تصویر بیٹھی ہوئی تھی، جس میں مصر کے شہر دمیاط کے سارے باشندوں کو بابائے روم اور اس کے کارڈینل نمائندوں (کیتھولک پادریوں) اور کنیسہ والوں کے حکم سے ہلاک کر دیا گیا تھا اور یہ ایک لمبی مدت تک دمیاط کے قلعے کے محاصرے کے بعد اس پر قبضے کے وقت پیش آیا۔

جرمنی کا یہ باشندہ لاہوتی فلسفے کا عالم کولونیا (جرمنی) میں رائن نہر پر اولیفر وس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ سلطان کی شخصیت میں موجود عربی اخلاق و شجاعت کی صفات کے بارے میں انکشاف نے اس کو حیرت زدہ اور مبہوت کر دیا تھا۔ ان ساری ہولناکیوں کے علی الرغم جن کا سلطان کامل نصرانیوں کی طرف سے عادی تھا۔ اس گواہ نے اپنی آنکھوں سے جو دیکھا تھا، اس کو بیان کر دیا۔ اگر وہ کوئی نیک بخت واقع ہوتا، تو عقل کے لیے وہ نا قابل تصور ہوتا۔ اس نے ۱۲۲۱ء میں سلطان کامل کے نام درج ذیل خط لکھا۔ کیونکہ صلیبیوں سے سلطان کامل نے آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کا قصاص نہیں لیا تھا۔ بلکہ اس نے ان کو بھوک کی حالت میں کھلایا۔ ان کے پیاسی فوج کے پاس روزانہ تیس ہزار روٹیاں اور دوسری غذائی اجناس بھیجیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: ’’ایک زمانے سے آدمی نے اس طرح کی شفقت ومہربانی اور جود وسخا کے بارے میں نہیں سنا تھا، خاص کر سخت دشمن کے قیدیوں کے ساتھ۔ جب اللہ تعالی کی مرضی سے ہم تیرے قیدی ہوئے، تو ہم نے تجھ کو ظالم اور مکار سردار نہیں پایا۔ ہم نے تجھ کو مہربانی اور رحمت وشفقت کرنے والا باپ پایا۔ تیرا لطف واحسان اور تیری بھلائیاں ہمارے شامل حال رہیں۔ ہر مصیبت اور پریشانی میں تجھ کو اپنا مددگار اور نجات دہندہ پایا۔ اس بات میں کون ایک لمحہ بھی شک کر سکتا ہے کہ یہ جود وسخا، رواداری، عفو ودرگزر اور رحمت وشفقت اللہ تعالی کی طرف سے ہے، جن لوگوں کے ماں باپ، بچوں بچیوں اور بھائی بہنوں کو ہم نے موت کے گھاٹ اتارا۔ ان کو سخت عذاب سے دوچار کیا۔ جب ہم ان کی قید میں گئے، تو قریب تھا کہ ہم بھوک کی شدت سے مرجاتے۔ انھوں نے ضرورت مند ہوتے ہوئے ہم کو اپنے اوپر ترجیح دی۔ ہمارے ساتھ احسان وسلوک کا بھرپور مظاہرہ کیا، جب کہ ہم ان کے رحم وکرم پر تھے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی طاقت اور اقتدار نہیں تھا‘‘۔

’’یہاں پر مناسب تھا کہ ناقوس بجایا جائے اور اس کی آواز پر دوسرے ناقوس لبیک کہیں۔ اگر کوئی عربی انسانی بلندی اور انتہائی اخلاق ومروت کی ایسی دلیل پیش کرے، تو یہ نہ تو کوئی نئی بات ہے اور نہ کوئی انفرادی واقعہ۔ کیونکہ تاریخ میں اس کے دوسرے شواہد بھی پائے جاتے ہیں‘‘۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

توفیق الٰہی ایک عظیم نعمت

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

توفیق الٰہی ایک عظیم نعمت ہے۔ بندہ توفیق الٰہی سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ توفیق اس کے لیے ہرحال میں ناگزیر ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَداً وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (النور:۲۱) ترجمہ: ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم کرے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے، کردیتا ہے اور اللہ سب سننے والا جاننے والا ہے۔''

جسے اللہ تعالیٰ نفس کی پاکی کی توفیق بخش دے، وہ کامیاب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى (الاعلیٰ:۱۴) ترجمہ: ''بیشک اس نے فلاح پائی جو پاک ہوگیا۔''

توفیق الٰہی کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے ایمان اور فرمانبرداری کو پسندیدہ بنادے اور کفر ومعصیت کو ناپسندیدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ مرتبہ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی احسان عظیم کا ذکر اس آیت قرآنی میں فرمایا ہے: وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (الحجرات:۷) ترجمہ: ''اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ بہت امور میں تمہارا کہا کرتے رہے تو تم مشکل میں پڑجاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور گناہ کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنادیا ہے، یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر میری توفیق شامل حال نہ ہوتی تو تمہارے نفوس میں ایمان جاگزیں نہ ہوتا۔ ایمان تمہارے مشورے اور تمہاری ذاتی توفیق کا مرہون منت نہیں ہے بلکہ میں نے اسے تمہارے لیے محبوب بنایا ہے اور مزین کیا ہے اسی طرح میں نے ہی کفر ونافرمانی کو تمہارے لیے کریہہ وناپسندیدہ بنایا ہے۔ (مدارج السالکین)

توفیق ان امور میں سے ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کیے جاتے ہیں کیونکہ اسے عطا کرنے کی قدرت صرف وہی رکھتا ہے۔ جو اسے اس کے غیر سے طلب کرے گا تو بہرحال اس کے ہاتھ محرومی ہی لگے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ (القصص:۵۶) ترجمہ: ''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔''

گزشتہ آیت میں مذکور ہدایت ہی کو علماء کرام توفیق کی ہدایت کہتے ہیں۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا: وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ھود:۸۸) ترجمہ: ''میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھنے والے لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ توفیق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے نفس کے حوالے نہ کرکے اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھے اور رسوائی یہ ہے کہ بندے کو اس کے نفس کے حوالے کردے۔ (مدارج السالکین)

اس سلسلے میں نبوی رہنمائی وارد ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت زدہ کی یہ دعا ہے: اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (سنن ابی داود) ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری رحمت کا خواستگار ہوں، تو مجھے ایک لمحہ بھی نظر انداز نہ کر، اور میرے تمام کام درست فرمادے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔''

لوگوں کا یہ گمان کہ جسے مال، منصب، عزت وغیرہ دنیاوی چیزیں مل گئی ہیں وہ توفیق والا ہے۔ ان کا یہ گمان ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اور جس سے محبت نہیں کرتا دونوں کو دنیا عطا کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ایسا گمان درست نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ

(الفجر:۱۵۔۱۷)ترجمہ:''انسان (کا یہ حال ہے) کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اورعزت اورنعمت دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا۔اوروہ جب اس کوآزماتا ہے، اس کی روزی تنگ کردیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی (اور ذلیل کیا)ایسا ہرگز نہیں۔''

صحیح بات یہ ہے کہ جسے منصب وعہدہ، شرف ومنزلت مل جائے اوروہ اسے رب کی رضا، دین کی نصرت اورانسانیت کونفع پہنچانے کے لیے استعمال کرے یا اسی طرح حلال طریقے سے مال ملا اوروہ اسے اپنے پروردگار کی فرماں برداری کے راستوں میں لگائے ۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ وہ بندوں کونعمتوں سے نواز کرآزماتا ہے۔لہٰذا توفیق والا وہ ہے کہ اسے ملے تو شکرگذاری کرے اوررسوا وہ ہے کہ اسے دیدیا جائے تو سرکشی کرے اورناشکری کرے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ (العلق:۶،۷)ترجمہ:''سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔اس لیے کہ وہ اپنے آپ کوبے پرواہ (یا تونگر) سمجھتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قول کونقل کیا ہے: هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (النمل:۴۰)ترجمہ:''یہی میرے رب کا فضل ہے، تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگزاری کرتا ہوں یا ناشکری، شکر گزار اپنے ہی نفع کے لیے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار (بے پروااور بزرگ) غنی اورکریم ہے۔''

اللہ تعالیٰ بندوں کومختلف انداز میں توفیق بخشتا ہے: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندوں کو خیر کے کاموں کے مواقع میسر ہوتے ہیں تو کوئی اس سے فائدہ اٹھالیتا ہے اورکوئی انہیں نظرانداز کردیتا ہے۔اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کومختلف قبائل پردس سال کی لمبی مدت تک پیش کرتے رہے لیکن انصار کوہی یہ توفیق نصیب ہوئی کہ انہوں نے آپ کومدینہ آنے کی دعوت دی، آپ کا استقبال کیا جس کی بنا پروہ دنیا وآخرت کے شرف وفضیلت کے حقدار ٹھہرے۔

کبھی اسے توفیق اس طرح ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کوآخری زندگی میں نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے اوراس کا خاتمہ بالخیر ہوجاتا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔وہ ایک دفعہ بیمار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کی غرض سے اس کے پاس تشریف لے گیے اوراس کے سرکے پاس بیٹھ گیے اورفرمایا: مسلمان ہوجاؤ!اس نے اپنے پاس موجود باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو۔چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے یہ فرماتے ہوئے نکلے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کوجہنم سے نجات دیدی۔ایک روایت میں ہے کہ جب اس کا انتقال ہوا تو فرمایا:اپنے ساتھی پر نماز(جنازہ) پڑھو۔(بخاری، احمد)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کوبظاہرایک چھوٹے سے عمل کی توفیق بخشتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص سرپرخود لگا کرآیا اوردریافت کیا کہ میں جنگ میں حصہ لوں یا اسلام لاؤں؟ آپ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ کرو۔ چنانچہ وہ مشرف بہ اسلام ہوا اورجنگ کی۔پھروہ قتل کردیا گیا۔تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:عمل تھوڑا کیا اورثواب زیادہ ملا۔(بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ جس نے اللہ کا تقویٰ اختیار کیا اوراپنے دل کواخلاص سے بھرلیا اوراللہ تعالیٰ نے اس کی سچی نیت جان لی اورزیادہ سے زیادہ دعا کی تو سمجھ لوکہ اس نے توفیق پانے کے تمام اسباب وذرائع پالیے۔

توفیق کے سلسلے میں سونے کے پانی سے لکھنے لائق دورحاضر کے سلفی عالم علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا قول فائدے سے چنداں خالی نہیں۔وہ فرماتے ہیں: ''توفیق کوئی گھر نہیں جس میں تم سکونت اختیار کیے ہوئے ہو اورنہ کوئی انسان ہے جس کے ساتھ تم زندگی گزارتے ہو اورنہ ہی کوئی کپڑا ہے جسے تم زیب تن کرتے ہو بلکہ توفیق ایک قسم کی بارش ہے اگراللہ تعالیٰ اسے تمہاری زندگی پرنازل ہونے کی اجازت دیدے تو تم کبھی بدنصیب نہیں ہوسکتے۔لہٰذا اس بارش کو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ طلب کرتے رہو نماز کے ذریعہ، دعا کے ذریعہ اوراللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھ کر پھر بندوں کے ساتھ نیک گمان رکھ کر۔'' اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں:''کل مسئلہ توفیق کا ہے۔اس کویقینی طورپرجاننے کے لیے یوں سمجھ لوکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر واذکار سب سے آسان عبادت ہے لیکن اس کی توفیق بھی کم ہی لوگوں کوملتی ہے۔''

شیخ رحمہ اللہ نے توفیق حاصل کرنے کے لیے چار چیزوں کولازمی قرار دیا ہے: اول نماز کا اہتمام دوم دعا کی پابندی، سوم اللہ کے ساتھ حسن ظن، چہارم بندوں کے ساتھ نیک گمان۔ان چار باتوں کا اہتمام کیا جائے تو اللہ کی توفیق یقینی طورپرنصیب ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کواس سے شادکام فرمائے۔آمین یارب العلمین

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

رب کی پسند وناپسند

مولانا ابومعاویہ شارب السّلفی، بہار

اللہ رب العزت کی ایک صفت خوش ہونا اور ناراض ہونا بھی ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ اچھے اچھے کاموں سے خوش ہوتا ہے اور برے برے حرکات وسکنات اور گناہوں سے ناراض ہوتا ہے، اب جو مسلمان بھی اچھے اچھے خیر وبھلائی والے کاموں کو انجام دے گا وہ رب کی رضا وخوشنودی کو حاصل کر کے دنیا وآخرت میں سرخرو ہوگا اور جو انسان بھی گناہوں اور برے برے کاموں کو انجام دے گا تو وہ رب کی ناراضگی کا شکار ہو کر دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوگا تو آپ کو اسی دنیوی واخروی ذلت ورسوائی سے بچانے اور دنیا وآخرت میں رب کی رضا وخوشنودی حاصل کرانے کے کچھ ایسے اعمال بتاؤں گا جن کو اختیار کرنا رب العزت کو بہت پسند ہے اور ساتھ میں کچھ ایسے اعمال بھی بتاؤں گا جس کو انجام دینا رب کو بالکل بھی پسند نہیں ہے، ہمیشہ ہر اس عمل کو اپنائیں جس کو رب پسند کرتا ہے اور اپنے آپ کو ہر اس عمل وحرکت سے دور رکھیں جو رب کو بالکل بھی پسند نہیں ہے، سب سے پہلے ہم اللہ رب العزت سے یہ دعا کر لیتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہم سب کو ہمیشہ ان عملوں کو بجالانے کی توفیق عطا فرما جس سے تو راضی ہوتا ہے۔ آمین اور اے بار الہ! تو ہم سب کو ہر اس عمل وحرکت سے دور رکھ جس سے تو ناراض ہوتا ہے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

1۔ رب کو شکر گزاری پسند اور ناشکری ناپسند ہے:

جن کاموں کو اللہ پسند کرتا ہے اس میں سے ایک قیمتی عمل شکر گزاری ہے اور جس کام کو رب العزت ناپسند کرتا ہے وہ اس کی ضد یعنی کہ ناشکری ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے اندر رب العزت نے جگہ جگہ پر ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کا شکر بجالاتے رہیں اور ناشکری سے بچیں جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے " فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ " اس لئے تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا اور میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔ (البقرۃ:152) کہیں اللہ نے فرمایا کہ " يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ " اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ، پیو اور اللہ کا شکر کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (البقرۃ:172) کہیں اللہ نے فرمایا کہ " فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ " جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (النحل:114) کہیں اللہ نے فرمایا کہ " وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ " اسی اللہ نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو، یہ اس لئے کہ تم شکر ادا کرو۔ (القصص:73) رب العزت نے اپنے کلام پاک کے اندر جگہ جگہ پر اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم ہمیشہ اللہ کا شکر بجالاتے رہیں مگر افسوس صد افسوس دیکھا یہ جاتا ہے کہ اکثر لوگ اللہ کی ناشکری کرتے رہتے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے " إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ " بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ (البقرۃ:243) اور اس بات کا ذکر رب العزت نے اپنے کلام پاک کے اندر کئی جگہ پر کیا ہے کہ اس کائنات میں اکثر لوگ ناشکرے ہیں، آپ قرآن مجید کھولئے سورۃ بقرہ کے اندر، سورہ یوسف کے اندر سورہ غافر وغیرہ کے اندر آپ کو یہ الفاظ ملیں گے کہ " وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ " اکثر لوگ ناشکرے ہیں، کہیں آپ کو یہ الفاظ نظر آئیں گے کہ " قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ " تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو، قرآن مجید کے اندر رب العزت نے تو یہاں تک اعلان کر دیا ہے کہ اللہ رب العزت نے لوگوں کے اوپر بے شمار احسانات کئے، لوگوں کے لئے کائنات بنائی، لوگوں کے لئے رات ودن اور سورج وچاند کو بنایا، لوگوں کو اللہ رب العزت نے آنکھ وکان اور دل جیسی قیمتی نعمتوں سے نوازا مگر یہ انسان ان نعمتوں پر یا تو اللہ کا شکر ہی ادا نہیں کرتا ہے یا پھر بہت ہی کم شکر بجالاتا ہے جیسا کہ قرآن گواہی دے رہا ہے، فرمان باری تعالی ہے " وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ " میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔ (سبا:13) یقیناً اس کائنات میں اکثر لوگ اچھا سے اچھا کھاتے وپیتے اور پہنتے ہیں مگر اللہ کی ناشکری کرتے رہتے ہیں اور ہر وقت گلے وشکوے کرتے نظر آتے رہتے ہیں تو جو لوگ بھی ناشکری کرتے ہیں ایسے لوگ یہ سن لیں اور جان لیں کہ ناشکری رب العزت کو بالکل بھی پسند نہیں ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے " إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ " اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ تم سب سے بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔ (الزمر:7) اللہ رب العزت کو شکر پسند اور ناشکری ناپسند ہے یہی وجہ ہے کہ شکر گزاری سے اللہ رب العزت خوب نوازتا ہے اور ناشکری سے عذاب سے دوچار کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے " وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ " اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (ابراہیم:7) رب العزت نے اسی ناشکری کی وجہ سے ہی

ایک بستی والوں سے نعمتیں چھین لیں اور انہیں ڈر خوف اور غریبی سے دوچار کر دیا تھا جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے " وَضَرَبَ اللّٰـهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَـأْتِيهَـا رِزْقُهَـا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْـجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ " اللہ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس بافراغت، ہر جگہ سے چلی آرہی تھی۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو ان کے کرتوتوں کا بدلہ تھا۔(النحل:112) پتہ یہ چلا کہ جب لوگ ناشکری کرتے ہیں تو اللہ رب العزت لوگوں کی زندگی سے امن وسلامتی کو چھین کر ڈر وخوف کے اندر مبتلا کر دیتا ہے اور ان کی امیری وبادشاہی اور معیشت وزندگی کو تباہ وبرباد کر کے ان کو غریبی وفقیری میں مبتلا کر دیتا ہے! اس لئے میرے بھائیو اور بہنو! اگر تمہیں اللہ کی نعمتیں خوب چاہئے اور اگر ان نعمتوں سے خوب لطف اندوز ہونا ہے تو ہمیشہ اللہ کا شکر بجالاتے رہو، اور یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھ لو کہ جب بھی کچھ کھاؤ اور پیو تو اللہ کا شکر ضرور بجالاؤ کیونکہ اس ادا کو اللہ رب العزت پسند فرماتا ہے اور ایسے انسان سے راضی وخوش بھی ہو جاتا ہے جو رب العزت کا شکر بجالاتا ہے جیسا کہ حبیب کائنات محبوب خداﷺ نے فرمایا" إِنَّ اللّٰـهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا " بے شک اللہ تعالی اپنے بندے سے راضی ہو جاتا ہے کہ اس کا بندہ جب کھانا کھائے یا پانی کا گھونٹ پئے تو اس کا شکر ادا کرے۔(مسلم:2734، ترمذی:1816)

رب کو شکر پسند ہے اور ناشکری ناپسند ہے ہم اپنے اندر شکر کا مادہ اور شکر الہی کا جذبہ کیسے پیدا کر سکتے ہیں؟ اور ہم ناشکری سے اپنے آپ کو کیسے بچا سکتے ہیں؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر رہیں تو پھر ہم اپنی زندگی کے تمام دنیوی امور ومعاملات کے اندر ہم ہمیشہ اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھیں! یعنی کہ اگر ہم کم کمارہے ہیں تو ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو بے روزگار ہیں! اگر ہم مالدار ہیں تو ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو غربت وافلاس کی چکی میں پس رہے ہیں! اگر ہم صحت مند ہیں تو ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو دائمی مریض ہیں! اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو آپ یقین مانئے کہ ہم کبھی بھی اپنے زبان پر ناشکری کے الفاظ نہیں لائیں گے اور اسی بات کا حکم دیتے ہوئے سید الکونین ومحبوب خداﷺ نے دیا کہ "إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ " جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو مال اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اسے ایسے شخص کو یاد کرنا چاہئے جو اس سے کم درجہ کا ہے۔(بخاری:6490) یقیناً جو انسان ایسے شخص کی طرف نظر دوڑائے گا جو مال ودولت اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہو گا تو وہ کئی طرح کی اخلاقی بیماریوں میں ملوث ہو جائے گا، مثلاً وہ حسد وجلن، بغض وعداوت یا پھر حرص وطمع کا شکار ہو گا یا پھر اپنے زبان پر گلے وشکوے لائے گا اور پھر اپنے رب سے شاکی وبدگمان ہو گا اس کے برعکس اگر کوئی انسان اپنے سے کمتر درجے والے انسان کو دیکھے گا تو ضرور اس کے دل میں شکر الہی کا جذبہ پیدا ہو گا اور ہر طرح کی اخلاقی بیماریوں سے محفوظ رہے گا اور اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حبیب کائنات ومحبوب خداﷺ نے فرمایا کہ " انْظُرُوا إِلَى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ " اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہو اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے یہ زیادہ لائق ومناسب ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔(مسلم: 2963، ابن ماجہ:4142، ترمذی:2513) یاد رکھ لیجئے دنیاوی امور ومعاملات میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنا ہے مگر دینی امور ومعاملات میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والے انسان کو دیکھنا ہے، سماج ومعاشرے کے اندر دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ دنیاوی امور ومعاملات میں تو اپنے سے اوپر والے لوگوں کو دیکھتے ہیں اور دینی امور ومعاملات میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ اپنی دین ودنیا دونوں خراب کر لیتے ہیں اور ساتھ میں اپنی زندگی کا ہر چین وسکون کو بھی جہنم بنا لیتے ہیں، اس لئے اگر آپ اپنے رب کا شاکر بندہ وبندی بننا چاہتے ہیں، اگر آپ اپنی زندگی کا چین وسکون چاہتے ہیں اور اگر آپ اپنے آپ کو ہر طرح کی اخلاقی وروحانی بیماریوں سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیشہ اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف دیکھا کریں، حضرت عون بن عبداللہؒ کیا خوب فرماتے ہیں کہ "میں نے اہل دولت کی محفل کو اپنائے رکھا (مگر مجھے سوائے ذہنی کوفت کے اور کچھ بھی دستیاب نہ ہو سکا) کیونکہ میں نے دیکھا کہ ان کی سواریاں میری سواری سے عمدہ اور ان کے لباس میرے لباس سے شاہانہ ہیں، اس کے بعد میں نے فقیروں کی مجلس میں قدم رکھا تو وہاں جا کر مجھے (قلبی) استراحت میسر ہوئی"۔(شرح السنۃ:14/295 بحوالہ شرح صحیفہ ہمام بن منبہ:ص:35)

2۔رب کو اظہار نعمت پسند اور کتمان نعمت ناپسند ہے:

جن چیزوں کو اللہ پسند کرتا ہے اس میں سے ایک پسندیدہ چیز یہ ہے بھی ہے کہ اگر اللہ نے نعمتوں سے نوازا ہے تو بندہ فخر وغرور اور دوسروں کو حقیر جانے بغیر اس کا اظہار کرے اور رب کے نزدیک ناپسندیدہ حرکت یہ ہے کہ انسان کو تو اللہ نعمتوں سے نوازے مگر وہ اس کو چھپاتا پھرے، سماج ومعاشرے میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگوں کے پاس اللہ کی نعمتیں وافر مقدار میں ہوتی ہیں مگر وہ ان نعمتوں سے نہ تو خود فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ اٹھانے دیتا ہے، کچھ لوگوں کو دیکھا یہ جاتا ہے کہ ان کے پاس مال ودولت کی کمی نہیں ہوتی ہے مگر وہ اپنے اوپر غریبی ومحتاجگی مسلط کئے پھرتے رہتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو جو لوگ بھی ایسی حرکت کرتے ہیں وہ یہ جان لیں کہ رب العزت کو یہ چیز بالکل بھی پسند نہیں ہے جیسا کہ جناب محمد عربیﷺ کا یہ فرمان ہے کہ " إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَنْعَمَ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ النِّعْمَةِ عَلَيْهِ " جب اللہ

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

صحابہ کرام کی دعوتی وتبلیغی کوششیں

مولانا آصف تنویر تیمی

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعوت الی اللہ اچھے اعمال میں سے ایک ہے۔ ہر مومن مرد وعورت کو اس سے متصف ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْن ﴾ ''اوراس سے اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں''۔(فصلت:۳۳)اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر گفتگو اور بات چیت سے دعوت پر مبنی گفتگو بہتر ہے۔

دعوت تمام نبیوں اور رسولوں کا اولین مشن رہا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِيْ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم ﴾ ''اور ہم نے ہر ایک نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تا کہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کردے۔ اب اللہ جسے چاہے گمراہ کردے، اور جسے چاہے راہ دکھادے، وہ غلبہ او رحکمت والا ہے''۔ (ابراہیم:۴)

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔لیکن تمام بندوں تک دعوت کا پہنچانا اور حجت قائم کرنا لازم ہے۔ دعوت کے فریضہ کو اللہ تعالی نے اپنے سارے نبیوں پر عائد کیا۔ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ فریضہ ان کے پیروکاروں پر عائد ہوتا ہے؛ جو دین اسلام پر ایمان رکھتے، اور صدق دل سے اس کو گلے لگاتے ہیں۔ کاروان دعوت کو لیکر آگے بڑھنا مسلمان مبلغین ودعاۃ کی ذمہ داری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت ونبوت کا خاتمہ ہوگیا۔لیکن مومنوں پر لازم ہے کہ وہ دعوت کی عظیم ذمہ داری، جو رسول آخرالزماں اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کا ہدف تھا خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن ﴾ ''دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ، یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں''۔ (النحل:۴۴)

جو لوگوں کو حلال وحرام اور معروف ومنکر کے بارے میں بتلاتا ہے دراصل وہ انبیائی اعمال کو انجام دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے ان امور کی انجام دہی کو مومنوں کا وظیفہ اور ایمان کا خاصہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ ''اور مومن مرد اور مومن عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالی بہت رحم فرمائے گا بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے''۔)التوبہ:۷۱)

اس آیت میں اللہ تعالی نے اسلام کے دو عظیم رکن اقامت صلاۃ اور ادائیگی زکوۃ پر امر بالمعروف والنہی عن المنکر کو مقدم کیا ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالی ہمیں یہ پیغام دینا چاہ رہا ہے کہ ہماری زندگی صرف شخصی اعمال تک محدود نہیں رہنی چاہئے۔ بلکہ ہمیں دوسروں کو بھی بلا مسلمان اور غیر مسلمان کی تفریق کئے اللہ کی طرف بلانا چاہئے۔ آیت میں یہ لطیف پہلو بھی ہے کہ فریضہ دعوت، اقامت صلاۃ، ادائیگی زکات، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرنے والوں کے لئے اپنے خاص رحم وکرم کا وعدہ کیا ہے۔ یقیناً دعاۃ ومبلغین سے اس آیت میں اس وجہ سے بھی رحمت الہی کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی مخلوق کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرتے ہیں۔ انہیں ضلالت وگمراہی، ظلمت وتاریکی اور جہنم کے گڑھے سے اپنی دعوت اور رہنمائی سے نکال کر توحید وسنت اور اسلام وایمان کی شاہ راہ پر ڈالتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی خیر خواہی نہیں ہوسکتی۔

دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی قدر وقیمت سے ہر مسلمان بخوبی آگاہ ہے۔ لیکن دعوت الی اللہ کی راہ میں جماعت صحابہ کی جو مساعی رہی ہیں وہ بے مثال اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ بلکہ دعوت کے معاملے میں ہر مسلمان کو نقش پائے صحابہ کی اتباع وپیروی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ کائنات نے انبیاء ورسل کے بعد ان جیسے مخلص مبلغین کو نہیں دیکھا۔ ہر ایک صحابی کی سیرت کا مطالعہ آپ کو یہ بتلائے گا کہ ان کی زندگی کا ایک اہم عنصر دعوت تھا۔ ان کا کوئی دن، کوئی مہینہ، کوئی سال بلا دعوت کے نہیں گزرتا تھا۔ ان کی ساری زندگی کا ماحصل دوسروں کو دین سکھلانا، انہیں ایمان باللہ کی طرف بلانا، اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری پر ابھارنا تھا۔

جماعت صحابہ قافلہ دعوت کے سب سے پہلے سالار قافلہ تھے۔ انہیں بخوبی معلوم تھا داعی اور مبلغ ہی وہ پہلا فرد ہوتا ہے جس کو دعوت سے فائدہ ہوتا ہے، چاہے لوگ (مدعو) اس کی دعوت کو مانیں یا نہیں۔ دعوت کا بعینہ وہی معاملہ ہے جو نماز، روزہ، جہاد فی سبیل اللہ، اور دیگر اعمال صالحہ کا ہے، ان اعمال سے جس طرح

مطلوب اجر وثواب ہوتے ہیں، دعوت دین کے پیچھے بھی اجر وثواب کا حصول ہی ہدف اساسی ہوتا ہے۔اور داعی اپنے عمل دعوت سے اس اجر کو پالیتا ہے بشرطیکہ اس کی دعوت مبنی براخلاص اور سنت کے مطابق ہو۔

دعوت کا اجر وثواب کتنا بڑا ہے اس کو سمجھنے کے لئے اس حدیث پر توجہ دیجئے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**من دعا الی هدی کان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ینقص ذلک من أجورهم شیئا، ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذلک من آثامهم شیئا**''۔''جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی، اس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ (کا بوجھ ہوگا) اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔(صحیح مسلم،٦٨٠٤)

دعوت دین کے اجر وثواب کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے۔مثلا کوئی بے نمازی ہے، اللہ نے آپ کے ذریعہ اسے ہدایت نصیب کی، وہ پانچوں وقتوں کی نمازوں کی پابندی کرنے لگا، اس شخص کے ہر نماز کا ثواب آپ کو ملے گا۔یہ تو پنجوقتہ کا ثواب ہے لیکن وہ نفلی نمازیں جنہیں وہ خفیہ طور پر ادا کرے گا، بھلا اس کی تعداد کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔سب کا ثواب اس داعی کے میزان حسنہ میں لکھا جاتا ہے۔اگر وہ بیس سال زندہ رہا، ساتھ ہی اپنے آل واولاد کو بھی نمازی بنایا، اس کے شاگردان، اعزہ واقارب اس کی دعوت سے متاثر ہوکر پابند صوم وصلاۃ ہوگئے تو اس کے اجر کا دائرہ کتنا وسیع ہوجائے گا۔موت کے بعد اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔

دعوت کے اجر وثواب سے متعلق جب ہم میں کے ایک ادنی شخص کا یہ حال ہوسکتا ہے تو جماعت صحابہ کی دعوت کے ثواب کا حساب لگانا بہت مشکل ہے۔امت کا ایک ایک فرد ان کا احسان مند ہے۔دور صحابہ سے اب تک پتہ نہیں کتنے اربوں کھربوں انسانوں نے ان نفوس قدسیہ کی دعوت سے اپنی دنیا وعاقبت کو سنوارا ہے۔پندرہ صدیوں میں مسلمانوں کی طرف سے انجام پانے والے تمام اعمال صالحہ کے جماعت صحابہ بھی حقدار ہیں۔انہیں کی مساعی سے ہم تک یہ دین پہنچا اور ہم نے اسلامی احکامات جانے ہیں۔صحابہ کے بعد، تابعین اور تبع تابعین کو بھی قرون اولی مفضلہ سے قیامت تک کے مومنوں کے اعمال خیر وبھلائی کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

چنانچہ صحابہ دعوت دین کا کوئی دقیقہ فراموش نہیں کرتے تھے۔اس راہ عزیمت میں اپنا سب کچھ قربان کردیتے تھے۔انہوں نے اپنا پسینہ، اپنا خون، اپنا مال، اپنی جان، غرضیکہ ہر سیاہ وسفید کا نذرانہ پیش کیا۔اور یہ سب محض رضائے الہی کی خاطر کیا۔کوئی دنیاوی لالچ ان میں نہیں تھی۔

ترک دعوت کے دنیاوی واخروی عقوبات سے متعلق حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نہایت اہم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**والذی نفسی بیده لتأمرون بالمعروف' ولتنهون عن المنکر' أو لیوشکن الله أن یبعث علیکم عقابا منه' ثم تدعونه فلا یستجاب لکم**''،''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!تم معروف (بھلائی) کا حکم دو اور منکر (برائی) سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالی تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے''۔(سنن ترمذی، ٢١٦٩) دعوت سے ہماری غفلت، زمانہ حاضر کے مصائب ومشکلات اور ہماری دعاؤں کی عدم قبولیت کی بڑی وجہ ہے۔

ترک دعوت کی وجہ سے بنواسرائیل کا جو حشر ہوا اس کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ بنواسرائیل میں مومنین نہیں تھے۔ان میں مومنوں کی معتد بہ تعداد تھی۔پھر بھی بنواسرائیل کو اللہ تعالی نے دعوت میں کوتاہی کی باعث ہلاک کردیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''پہلا پہلا نقص اور عیب جو بنواسرائیل میں داخل ہوا یہ تھا کہ ان میں سے کوئی دوسرے سے ملتا تو اسے کہتا تھا: ارے! اللہ سے ڈرو اور جو کررہے ہو اس سے باز آجاؤ، یہ تمہارے لئے حلال نہیں۔پھر اگلے دن ملتا تو اس کے لئے اس کا ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ہم مجلس ہونے میں اسے کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔جب ان کا یہ حال ہوگیا تو اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے پر دے مارا (ان کے اندر اختلاف، تنازع، اور بغض وحسد پیدا ہوگیا۔ان میں اتفاق واتحاد اور الفت اٹھالی گئی)''۔(سنن ابوداؤد، ٤٣٣٦)

دعوت الی اللہ کے فیوض وبرکات اور اس کے ترک کے مضر اثرات کے پیش نظر صحابہ کرامؓ دعوت کے شیدائی اور فدائی تھے۔ہمیشہ ان کے سامنے یہ حقیقت ہوتی تھی کہ بلا دعوتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ہم خیر امت کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے۔وہ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ دعوت سفینہ نجات ہے۔ورنہ ہلاکت یقینی ہے۔ان کے سامنے ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہوا کرتی تھی ''اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کرلیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہوجائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑلیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٢٤٩٣)

جتنے بھی ملکوں اور شہروں کو صحابہ کرامؓ نے فتح کیا، ان کا اولین مقصد اس کے پیچھے شہر والوں کو دین اسلام کے پیغامات سے آشنا کرنا تھا۔ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بلاد فارس کو فتح کیا گیا۔جب یہ رستم کے دربار میں پہنچے تو اس نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ اس پر بڑی دلیری کے ساتھ جواب دیا:''**ابتعثنا الله**''،''ہمیں

اللہ نے بھیجا ہے‘‘۔ربعی کے لفظ پر غور کیجئے۔بعثت کا لفظ استعمال کیا۔حالانکہ انبیاء ورسلؑ کی بعثت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوگیا۔لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (تبلیغ دین) کا جو مقصد تھا وہ اس امت کے افراد پر کندھے پر باقی رہا۔اسی پس منظر میں انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالی نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

موضوع تفصیل کا متقاضی ہے۔موضوع کا تقاضہ ہے کہ ہر صحابیؓ کی مساعی پر سیر حاصل گفتگو کی جائے۔ان کی دعوتی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔مگر کسی ایک تحریر میں تفصیلاً گفتگو کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔اس لئے ذیل میں چند صحابہؓ کی دعوتی مساعی کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی دعوت وعمل سے عبارت ہے۔اسلام کے اس بطل جلیل، خلیفہ راشد، یار غار رسول نے اسلام قبول کرنے کے چند ساعتوں کے اندر جوش اسلام اور جذبہ دعوت سے سرشار ہوکر سرداران مکہ کی ایک بڑی جماعت کو حلقہ بگوش اسلام کرانے میں کامیابی حاصل کرلی۔عثمان غنی، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے ابطال واشراف نے اسلام قبول کرلیا۔دوسرے دن صدیق اکبر کے دعوتی جد جہد سے ابوعبیدہ بن جراح، عثمان بن مظعون، ارقم بن ابی ارقم اور ابوسلمہ بن عبدالأسد رضی اللہ عنہم جیسے سپہ سالار اسلام کلمہ پڑھ کر ایمان لے آئے۔بلکہ صدیق رضی اللہ عنہ کے دعوتی کوشش سے بلال بن ابی رباح، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، زنیرہ کی بیٹی، اور خود صدیق رضی اللہ عنہ کا پورا گھرانہ اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔پھر ان اصحاب واعلام نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو کچھ کیا وہ تاریخ وسیرت کے صفحات پر درخشندہ اور تابندہ ہے۔

(۲) طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ: صحابہ میں طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کے دعوتی کارنامے محتاج تعارف نہیں۔اسلامی دعوت کی غیر معمولی غیرت وحمیت ان کے اندر کارفرما تھی۔ان کے قبول اسلام کا واقعہ بھی پڑھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔لیکن طوالت کا خوف اجازت نہیں دیتا۔جیسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتیں اور چند آیات قرآنیہ سننے کے بعد اسلام لائے کہا: قسم اللہ کی! میں نے اس سے خوبصورت بات اور عدل پر مبنی حکم پہلے کبھی نہیں سنا۔آپ یمن کے رہنے والے تھے۔مکہ آپ کے لئے اجنبی شہر تھا۔اسلام لانے کے بعد آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے نبی! میری قوم میں میری بڑی پذیرائی ہے۔میں اپنی قوم کے پاس جارہا ہوں، انہیں اسلام کی طرف بلاؤں گا۔

قابل غور معاملہ ہے۔طفیل رضی اللہ عنہ کے اسلام لائے ابھی چند ہی لمحات گزرے ہیں۔اور فوراً اسلام کی دعوت کے لئے کمربستہ ہوجاتے ہیں۔اسلام لانے کے فوراً بعد طفیل رضی اللہ عنہ کے پاس اسلام کی جتنی معرفت رہی ہوگی، آج اس سے کہیں زیادہ لوگوں کے پاس اسلام وایمان کی معرفت ہوتی ہے مگر دعوت کا جذبہ مفقود ہوتا ہے۔ان کا سارا علم ان کی ذات تک محدود ہوتا ہے۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کی سچی حلاوت سے محروم ہوتے ہیں۔

طفیل رضی اللہ عنہ اسلام کی دعوت سے سرشار اپنے وطن یمن پہنچے۔والد سے آمنا سامنا ہوا۔کہا: دور رہئے۔میرا اور آپ کا رشتہ اب پہلے جیسا نہیں رہا۔والد نے کہا: ایسا کیا ہوا؟ بتلایا: میں اسلام قبول کرلیا ہوں۔یہ سنتے ہوئے والد بھی اسلام لے آئے۔اگر چہ دعوت کا یہ اسلوب ذرا سخت تھا۔مگر اس کا مثبت اثر ظاہر ہوا۔طفیل رضی اللہ عنہ نے یہی طریقہ دعوت بیوی کے ساتھ بھی اختیار کیا۔وہ بھی اسلام لے آئی۔اس کے بعد قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف راغب کرنا شروع کیا، مگر بہت زیادہ کامیابی نہیں ملی۔دوبارہ مدینہ گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ قبیلہ دوس کے لئے بددعا کیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا۔لوگوں نے سمجھا کہ اب قبیلہ دوس کی خیر نہیں، ہلاکت یقینی ہے۔لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسیوں کے لئے ہدایت کی دعا کی، اور طفیل (رضی اللہ عنہ) کو نصیحت بھی کی کہ دعوت کے معاملے میں نرمی اختیار کریں۔اس طرح طفیل رضی اللہ عنہ یمن میں دعوتی کاز کو پوری تندہی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔خیبر کے موقع سے آپ مدینہ پہنچے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے برسرپیکار تھے۔طفیل رضی اللہ عنہ کی مسلسل دعوتی مساعی سے یمنیوں کے ستر اسی گھرانے مسلمان ہوچکے تھے۔قابل غور پہلو ہے کہ عین غزوات کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دعوتی محاذ پر کاربند رہے۔انہی مسلمان دوسیوں میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔جو بعد میں عالم شہیر اور محدث عظیم بن کر افق علم پر نمودار ہوئے۔احادیث کی کوئی بھی کتاب ان کی روایت سے خالی نہیں ہے۔اس میں دورائے نہیں کہ قیامت تک طفیل رضی اللہ عنہ کے اس حسن عمل کا انہیں بدلا ملتا رہے گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کی دعوتی مساعی کے بر وبحر، حرب وضرب اور آفاق والنفس سب گواہ ہیں۔دعوت کا کوئی لمحہ وہ نہیں چھوڑتے تھے۔حالت امن ہو یا حالت جہاد ہمہ وقت دعوت کی فکر انہیں لاحق ہوتی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقع سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’ **انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتهم، ثم ادعهم الی الاسلام، وأخبرهم بما یجب علیهم** ‘‘۔دعوتی مہم پر جنگ کے موقع پر روانہ کیا جارہا ہے۔اور جن سے جنگ جاری ہے وہ مسلمانوں کے سب سے خطرناک دشمن یہود ہیں۔ساتھ ہی دعوت کے ثواب کو بھی بتلاتے ہیں کہ ’’ **فو الله لأن یهدی الله بک رجلا واحدا خیر لک من أن یکون لک حمر النعم** ‘‘۔

اللہ تعالی صحابہ کرام کے تبلیغ دین کی مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں ان کے نقش پائے دعوت کو اپنانے کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار
جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷



فارم درخواست

اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

سال: ۱۴۴۷ھ-۲۰۲۵ء

۱-پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد، ایک چپکائیں اور ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲-چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:..................ولدیت:..................لقب:..................پیشہ:..................

مقام عمل:..............تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:..................لفظوں میں:..................

مسلک/تعلیمی اسناد:..................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ)..................

فون:..................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):..................فون:..................

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام و پتہ:..................

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)..................

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:..................

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:..................

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:..................

۱:-مکمل حفظ قرآن　　۲:-بیس پارے　　۳:-دس پارے

۴:-پانچ پارے　　۵:-ناظرہ قرآن کامل　　۶:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:..................

آپ کس اصولِ قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)..................

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازما منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:..................

اقرار نامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام..................دستخط:..................تاریخ:..................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:..................منصب:..................تصدیق کنندہ کے دستخط:..................تاریخ:..................

ادارہ/تنظیم:..................مہر:..................

برائے دفتری امور

۱-یہ درخواست مؤرخہ..................کو موصول ہوئی۔　　وصول کنندہ کا دستخط..................

۲-برائے زمرہ:..................　　۳-درخواست منظور/نامنظور..................

۴-نامنظوری کی وجہ:..................　　دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی..................

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان

اکیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ 4-5/اکتوبر 2025 بمطابق 11-12/ربیع الآخر 1447ھ بروز ہفتہ، اتوار

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، D-254، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی، 25

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 28/ستمبر 2025ء

اغراض ومقاصد

☆ قرآن کریم کے پیغام امن وشانتی کو عام کرنا ☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔

اہم وضاحت: ☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

نصاب تجوید: ☆ زمرہ اول (مخارج حروف، قوانین نون تنوین میم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق، قواعد مد اور صفاتِ لازمہ) ☆ زمرہ دوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق اور قواعد مد) ☆ زمرہ سوم (مخارج حروف، قوانین نون تنوین ومیم ساکن) ☆ زمرہ چہارم (مخارج حروف) ☆ زمرہ پنجم مکمل ناظرہ قرآن کریم (مخارج حروف، حدر کے انداز میں تلاوت (مخارج کے سوال نہ ہوں)

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ **امیدوار کی عمر زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم میں شرکت کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم میں شرکت کے لیے ۲۵ سال سے زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال مقرر ہے۔** ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

تفصیلات نقد انعامات

(زمرہ اول)	انعام اول:-/25,000	انعام دوم:-/20,000	انعام سوم:-/15,000
(زمرہ دوم)	انعام اول:-/20,000	انعام دوم:-/15,000	انعام سوم:-/10,000
(زمرہ سوم)	انعام اول:-/15,000	انعام دوم:-/10,000	انعام سوم:-/8,000
(زمرہ چہارم)	انعام اول:-/10,000	انعام دوم:-/8,000	انعام سوم:-/5,000
(زمرہ پنجم)	انعام اول:-/8,000	انعام دوم:-/5,000	انعام سوم:-/3,000
(زمرہ ششم)	انعام اول:-/15,000	انعام دوم:-/12,000	انعام سوم:-/10,000

ان شاءاللہ گراں قدر نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر اور پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے حالیہ شماروں (۱-۱۵/اگست ۲۰۲۵ء تا ۱۶-۳۰/ستمبر ۲۰۲۵ء) سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org اور مرکزی جمعیت کے آفیشل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع پانچ روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۹۰/روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہر روز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون:011-23273407 ای میل:jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

Mob. 9213172981, 8744033926

صحابی جلیل، بطل عظیم معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما

مولانا نورالاسلام شفیع مدنی
استاد: جامعہ امام ابن تیمیہ

بلا شک انبیائے کرام کے بعد سب سے بلند مقام صحابہ عظام کو حاصل ہے، وہ انبیاء کے بعد دنیا کی سب سے پاکیزہ وبرگزیدہ ہستیاں ہیں، نیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب دیگر انبیا ورسل کے اصحاب وانصار سے اعلی وبالا ہیں، نبوت کے بعد اگر شرف ومقام کا کوئی درجہ ہے تو وہ "صحابیت" کا درجہ ہے اور اس درجہ عالی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب سریر آرا ہیں، ان کے درمیان اسبقیت، غزوات میں شرکت، جاں نثاری وفاداری، اور ایثار وقربانی کے اعتبار سے تباین وتفاضل موجود ہے مگر شرف صحابیت میں اور افضل بشر ہونے میں سب برابر ہیں، سب اللہ تعالی کے پسندیدہ ومختار ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار وجاں نثار ہیں، دین الہی کے پاسباں ونگہباں ہیں، علم دین کو بلند کرنے والے اور اس کو ارجائے عالم میں پھیلانے والے ہیں، اشاعت اسلام اور دفاع شریعت میں سبھوں کے مجہودات مشکورہ ومساعی جمیلہ ہیں، اگر ان میں سے کسی کے ایمان واخلاص، دینی غیرت وحمیت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وولاء میں کوئی خلل ہوتا تو بالضرور اللہ تعالی انہیں خلعت صحابیت سے محروم کردیتا، مگر اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ودفاع کے لئے انہی پاکبازوں وجاں نثاروں کا انتخاب فرمایا، پہلے ان کے دلوں کو پرکھا، ان کو دنیوی اغراض وعلائق سے پاک کیا پھر انہیں شرف صحابیت کے لباس فاخر سے آراستہ کیا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے قلوب کا جائزہ لیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تمام قلوب میں بہتر پایا چنانچہ ان کو اپنے لئے منتخب فرمالیا اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے بعد دوسرے قلوب کا جائزہ لیا تو ان کے اصحاب کے قلوب کو تمام قلوب میں بہتر پایا لہذا انہیں اپنے نبی کا دست راست بنادیا[مسند احمد: 3600، والطبرانی: 8582، وحسنہ الالبانی]، پھر اصحاب رسول کے قلوب طاہرہ زکیہ کو اللہ تعالی نے ایمان وتقوی کے لئے خالص کیا اور انہیں مغفرت واجر عظیم کا مژدہ سنایا:

(أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ)[الحجرات: 3] پھر باری تعالی نے ان کے دلوں میں ایمان وایقان کی شمع روشن کرکے انہیں کفر وفسوق اور عصیان وتمرد کی تاریکیوں سے پاک کیا: (وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ)[الحجرات: 7] اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت کے اسباق وآیات اور اپنی صحبت وتربیت کے ذریعہ ان کے اذہان وقلوب کا تزکیہ وتطہیر کرتے رہے: (لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ)[آل عمران: 164] یعنی صحابہ کرام کی تربیت وتزئین اور ان کے تزکیہ وتطہیر کا عمل باضابطہ طور سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انجام پایا ہے اور اس سعادت سے کوئی بھی صحابی محروم نہیں رہے ہیں، اسی لئے سب آسمان ہدایت کے آفتاب وماہتاب بن کر فضائے عالم پر جلوہ افروز ہوئے اور دنیا کو توحید ورسالت کے انوار وتجلیات سے منور کیا، اب اگر کوئی شخص کسی صحابی رسول کے ایمان واخلاص کو چیلنج کرتا ہے، ان کی وفاداری کو مشکوک ومشتبہ قرار دیتا ہے، ان کے خلاف زبان طعن دراز کرتا ہے، تو کیا وہ نعوذ باللہ اللہ تعالی کے کلام کو جھوٹا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تزکیہ وتطہیر کے عمل میں ناکام ونامراد ثابت نہیں کرتا ہے؟

عظمت صحابہ پر شب خون مارنے والوں نے جن اصحاب رسول کی عزتوں کو پامال کیا ہے اور جن کے دین وایمان اور اخلاص ووفا کے سرمایہ گراں مایہ پر نقب زنی کی جسارتیں کی ہیں ان میں سرفہرست امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، سلطان عادل، صحابی جلیل، عمر ثانی، حامل سیرت عثمانی، فخر امت، مسیحائے قوم وملت، فاتح بلاد، قائد بے مثال، عظیم سپہ سالار، سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں، ذیل کے سطور میں ہم اپنے قارئین کرام کے ساتھ ان کی عظمت وفضیلت کے انوار وتجلیات سے اپنے قلوب واذہان کو منور کرنے کی سعادت حاصل کریں گے اور ان کے محاسن ومکارم کی ضیاباریوں سے اپنے ایمان وایقان اور ولاء ومحبت کے دریچوں کو جلا بخشنے کی کوشش کریں گے۔ اس امید کے ساتھ کہ اس مظلوم صحابیؓ کے دفاع میں ہماری اس غیر مرتب تحریر کو اللہ تبارک وتعالی بال وپر عنایت کرے گا، دلوں پر اس کے اثرات مرتب فرمائے گا اور روز قیامت اس کو ہماری نجات کا اہم ذریعہ بنائے گا۔

صحابی جلیل معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما عظیم صحابی، وحی الہی کے امین، خلیفہ سادس، اموی سلطنت کے بانی اور اس کے پہلے خلیفہ، ہجرت سے تقریباً پندرہ سال پیشتر مکہ مکرمہ کے نہایت متمول ومعزز خانوادہ میں پیدا ہوئے اور 60ھ میں دمشق کے اندر وفات پائی، امام ذہبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ وہ اپنے والد سے پہلے ہی عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام لے آئے تھے مگر اپنے والد کے خوف سے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکے۔[تاریخ اسلام، 120/3]۔

احادیث کی روایت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر پور کسب فیض کرنے والے سعداء میں سے معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ کے ساتھ ان کی مسلسل ہم نشینی رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی ہونے اور کاتب وحی وکاتب رسائل ہونے کے اعزاز نے انہیں براہ راست فیض یاب ہونے کے بکثرت مواقع فراہم کئے، وحی ورسائل کی کتابت میں مشغولیت کے باوجود 173 روایات کے اخذ ونقل میں کامیاب رہے[اسماء الصحابۃ الرواۃ لابن حزم، 162/3]۔

فضائل ومناقب: صحابی جلیل معاویہ رضی اللہ عنہ روز آفرینش سے ہی گونا گوں عادات وخصال کے حامل تھے، ظاہری حسن وجمال، باطنی محاسن، اولوالعزمی اور ثبات قدمی کی مثال نایاب تھے، قلب سلیم اور روشن دماغ ومزاج کے مالک تھے، قبول اسلام تک کی ان کی سیرت پر کسی طرف سے حرف گیری نہیں کی گئی، وہ اسلام سے پہلے بھی اچھے تھے اور اس کے بعد بھی، وہ'' **خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا** ''[صحیح مسلم:2526] کے مصداق تھے، عہد رسالت میں بارگاہ نبوت کے مجاور بنے رہے اور آپ کے قلب وذہن کو سراج منیر کی ضیا پاش کرنیں منور کرتی رہیں، آپ کو حاصل اعزازات میں سب سے بڑا "شرف صحبت" کا اعزاز ہے، عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بشارت ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا اور جس نے مجھے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا[الصحیحۃ للالبانی، 1254]، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں شریک تھے اور اس غزوہ کے شرکاء کے متعلق قرآن کریم کا بیان ہے(ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِينَ)[التوبۃ:26] اس میں مومنوں پر سکینہ نازل کئے جانے کا ذکر ہے، گویا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان خوش بختوں میں شامل ہیں جن پر اللہ تعالی نے سکینہ نازل فرمائی، اور(وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ)[الحدید: 10] میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام سے جس خیر وبھلائی یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے اس میں سیدنا معاویہ بھی شامل ہیں، نیز آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ومعتمد خاص اور ان کی دعاؤں کے مصداق تھے، اصحاب رسول کی جماعت میں معدودے چند ہی خوش بخت اصحاب ہیں جن کو نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے خصوصی دعاؤں کی بیش قیمتی سوغات نصیب ہوئی ہے، اور ان مبرور دعاؤں کے پاکیزہ اثرات کا آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی تعمیر، نفس کی تطہیر اور جہاں بانی وجہاں بینی کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں کلیدی کردار رہا ہے، نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:'' **اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به** ''[شیخ البانی نے الصحیحۃ:1969 اور مشکاۃ:623 میں صحیح ٹھہرایا ہے]، درحقیقت یہ دعائے مبرور معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوش بختی وفائز المرامی کے تمام گوشوں کو شامل ہے، اور اگر اس میں سعادت کا کوئی گوشہ تشنہ رہ گیا تو اس کی تکمیل عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوجاتی ہے:'' **اللهم علم معاوية الكتاب والحساب ووقه العذاب** ''[رواہ احمد:17152 وصحہ الالبانی]

صحابہ وتابعین وائمہ دین کی شہادت: معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن عمل وحسن کردار کی شہادت صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ متبوعین نے دی ہے، ابودرداء رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا: تمہارے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نماز کسی کے پیچھے نہیں پڑھی۔[سیر اعلام النبلاء، 135/3]، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرو، اگر یہ نہ رہے تو تم دیکھوگے کہ سروں کو کندھوں سے اڑادیا گیا ہے، یعنی قتل وغارتگری شدید ہوجائے گی جس کو انہوں نے روک رکھا ہے[تاریخ اسلام، 378/3]، ابن ابی ملیکہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا سوچتے ہیں انہوں نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی ہے؟ انہوں نے فرمایا: بالکل صحیح کیا ہے، وہ فقیہ ہیں[صحیح البخاری:3765]، اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا عمل کرکے صبح کرو تو لوگ تم کو مہدی سمجھیں گے[السنۃ للخلال، 438/1]، اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے: آج تم لوگ امیر معاویہ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہی مہدی ہیں[السنۃ للخلال، 438/1]، امام زہری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر سالوں تک عمل پیرا رہے، ادنی بھی انحراف نہیں کیا[السنۃ للخلال، 444/1]، معافی بن عمران سے ایک شخص نے یہی سوال کیا تو وہ نہایت غضبناک ہوگئے اور فرمایا: کسی کا بھی صحابی رسول سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا، معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھی، آپ کے برادر نسبتی، آپ کے کاتب اور وحی الہی کے امین ہیں[الشریعۃ للآجری وشرح السنۃ للالکائی:2785 اور سند صحیح ہے]، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلم بادشاہوں میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی نہیں ہوا، اور نہ لوگ ان کی بادشاہت سے زیادہ بہتر حالت میں کسی دوسرے بادشاہ کی حکومت میں پائے گئے[منہاج السنۃ، 223/6]، ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: پوری رعیت 41ھ میں ان کی بیعت پر متفق ہوگئی تھی، اس وقت سے لے کر سال وفات تک وہ تنہا حاکم رہے، اس دوران دشمن ممالک میں جنگی سرگرمیاں جاری رہیں، اللہ کا کلمہ بلند رہا، اطراف عالم سے غنائم آتے رہے، اور مسلمان ان کے زیر حکومت راحت وعدل اور عفو وصفح کے ماحول میں زندگی بسر کرتے رہے[البدایۃ والنھایۃ، 122/8]

اعمال اور کارنامے: معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارناموں کی فہرست بڑی طویل

ہے،انہیں کتابت وحی کا شرف حاصل ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط بھی لکھا کرتے تھے، اسلام لانے کے بعد حیات مستعار کی ساعت اخیر تک اعدائے اسلام سے برسر پیکار رہے، انہوں نے بہت سارے بلاد وامصار پر اسلام کا پرچم لہرانے کی سعادت حاصل کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ حنین میں شریک رہے، اور ایسے کسی ایک غزوہ میں شرکت عمر نوح کے اعمال سے بہتر ہے، انہوں نے خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یمامہ کے مرتدین سے جنگ کیا، پھر خلیفہ نے ان کو ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ سواحل شام کی فتوحات کے لئے ارسال فرمایا اور دونوں بھائیوں نے مل کر صیدا، عرقہ، جبیل، اور بیروت وغیرہ کو فتح کیا، خلیفہ ثانی کے عہد میمون میں اردن وغیرہ کے حاکم بنائے گئے، خلیفہ ثالث کے عہد زاہر میں پورے شام اور اس کے تمام علاقوں کے حاکم بنا دیئے گئے، اس غازی صحابی کی پوری اسلامی زندگی دفاع اسلام میں گزری ہے، یہ پہلے امیر ہیں اجنہوں نے بحری جنگ کیا، باشندگان شام ان پر جان نچھاور کرتے تھے، وہ سرزمین شام پر نہیں بلکہ اہالیان شام کے دلوں پر حکومت کرتے تھے، انہوں نے اپنی دانشمندی ودوراندیشی سے اہل شام کے معیار زندگی کو بلند کیا اور بلاد شام کو ایک خوشحال وترقی یافتہ خطہ ارض میں تبدیل کر دیا، پوری سلطنت اسلامیہ کو امن واستحکام کی ضیاپاشیوں سے منور کر دیا تھا، اپنی بے پناہ فوجی قوت اور متواتر حملوں کے ذریعہ دشمنان اسلام پر ایسا رعب قائم کر دیا جس کے فائدے خلفائے مسلمین صدیوں تک اٹھاتے رہے، مورخ اسلام امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے عہد ترقی کو ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں: انہوں نے لوگوں کو اپنی سخاوت اور حلم وسماحت سے ہمیشہ زیر بار رکھا، اگر چہ بعض نے ان سے تکلیف محسوس کی مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے، اور وہ خود ہی بھلے لوگ نہیں تھے، بادشاہ ہو تو ایسا ہی ہو، اگر چہ بعض دیگر صحابہ کرام ان سے افضل وبہتر اور صالح تھے لیکن وہ پھر بھی حکومت کرتے ہیں اور عالم اسلام کو عقل کمال، بے پناہ حلم وبردباری، کشادہ ظرفی، قوت ودانائی اور رائے کی پختگی سے چلاتے ہیں، ان کے ایسے ایسے تاریخ ساز کارنامے ہیں جن کا اللہ تعالی ہی بدلہ دیں گے، اپنی رعایا کے محبوب راہنما تھے، بیس برس شام کے گورنر رہے، اور بیس برس پورے عالم اسلام کے خلیفہ رہے، ان کی قوت وسلطنت کی کوئی توہین نہیں کر سکا، بلکہ قومیں ان کے سامنے سرنگوں رہا کرتی تھیں، عرب وعجم پر حکومت کرتے ہیں، ان کی بادشاہت مکہ ومدینہ، مصر، شام، عراق، خراسان فارس، جزیرہ، یمن، اور یورپ وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی، اتنا بڑا رقبہ مگر کوئی سازش نہیں، ہر طرف امن ہی امن ہے [سیر اعلام النبلاء، 133/3]۔

اس مرد مجاہد کی حیات سعیدہ کا غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ کیا جایے تو کور چشموں پر بھی یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ وہ دوسرے عمر بن خطابؓ ہیں، اور ملت اسلامیہ جس طرح خلیفہ ثانی کے احسانات کے زیر بار ہے اسی طرح وہ عمر ثانی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے احسانات کے زیر بار ہے، مگر ہماری قوم ناشکری وناسپاسی میں اپنی مثال آپ رہے، ہم ہمیشہ غوغائیوں، مکاروں اور ہلڑبازوں کے جھوٹے دعوؤں اور ان کی سازشوں کے شکار ہوتے رہے ہیں، اللہ تعالی نے ہمیں کچھ اس طرح بے بصیرت بنا دیا ہے کہ آنکھیں اچھائیاں نہیں پاتیں، محاسن ومکارم کی جلوہ نمائیوں سے وہ پتھرا جاتی ہیں، قلوب بھی ایسے بدمزاج ہو گئے ہیں کہ حق وصداقت سے وحشت محسوس کرتے ہیں مگر اکاذیب واباطیل سے مسرت وشادمانی، خلفائے بنوامیہ کے حاسدین،، خوارج، شیعوں، سبائیوں اور خلفائے بنوعباسیہ کے درباری اہل قلم اور زر پرست اہل قرطاس نے خاندان بنی امیہ کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، کہانیاں بنائی گئیں، حکایات تخلیق کئے گئے اور رائی کو پہاڑ بنا کر سب کو بنوامیہ کی طرف منسوب کر دیا گیا، سارے اختلافات وفسادات کی ذمہ داری یکطرفہ طور پر ایک خاندان کے سر پر ڈال دیا گیا۔ انہی اکاذیب واباطیل کو ہر زمانے کے نام نہاد محبان اہل بیت اچھالتے رہتے ہیں اس کا خیال کئے بغیر کے اس سوء تصرف کی وجہ سے دین اسلام کے خشت اول اصحاب رسول کی عظمت متاثر ہوتی ہے، قرآن وحدیث کے بیانات کی تردید ہوتی ہے، اور اخلاف کے ہاتھوں اسلاف کی ردائے عصمت تارتار ہوتی ہے، وہ خیر القرون سے تعلق رکھنے والے ہیں، صحابہ، تابعین وتبع تابعین کی جماعت سے وابستگی رکھتے ہیں، وہ ہم سے لاکھوں درجہ بہتر تھے، کیا آج کے گئے گزرے زمانے میں ذلت ونکبت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہم بد نصیبوں کا بس یہی کام رہ گیا ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی قبائے عظمت کو تارتار کرتے پھریں، اور ان کی قبروں پر لاٹھیاں برساتے رہیں، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا “[صحیح البخاری: 1393]، اپنے گزرے ہوئے لوگوں کو برا بھلا مت کہو، وہ اپنے کردہ اعمال کی جزا وسزا پانے کے لئے سفر آخرت کر چکے ہیں۔ اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: (وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ)[الحشر :10] اور جو مہاجرین وانصار کے بعد اسلام میں داخل ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے تعلق سے کینہ نہ پیدا کر، اے ہمارے رب، تو بڑی شفقت والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اپنے اسلاف سے محبت کرنے والا اور ان کی حرمت وعظمت کا دفاع کرنے والا بنا۔

☆☆☆

عرش کے سایہ کے مستحق افراد

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

احادیث میں عرشِ الٰہی کے سایہ کا ذکر آتا ہے اور روزِ محشر چند مخصوص افراد کو اس سایہ میں جگہ ملنے کی بشارت دی گئی ہے۔ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ جنت، جہنم، عرش اور کرسی کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو فنا کر دے گا۔ یہ چند ایسی مستثنیٰ چیزیں ہیں جو قیامت کے دن بھی باقی رہیں گی اور فنا نہیں ہوں گی، انہی میں عرش کا سایہ بھی شامل ہے۔ میدانِ محشر میں جب لوگ ''نفسی نفسی'' کے عالم میں ہوں گے، سورج ان کے بالکل قریب کر دیا جائے گا اور ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کچھ خوش نصیب بندوں کو اپنے عرش تلے سایہ نصیب فرمائے گا۔

گویا قیامت کا دن نہایت ہولناک اور طویل ہوگا، جس کا تصور ہی انسانی وجود کولرزہ براندام کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ''تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ'' (سورہ معارج/4) یعنی جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔

وہ دن اس قدر طویل ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ہولناک اور سنگین ہوگا۔ اس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ''فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا'' (سورہ مزمل/17) یعنی تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

اُس دن سورج انسان کے بے حد قریب ہوگا اور اس ہوپ کی تمازت کی وجہ سے لوگ پسینہ میں ڈوب رہے ہوں گے۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: امت کے دن سورج مخلوقات کے بہت نزدیک آ جائے گا حتی کہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر ہوگا''، نیلم بن عامر نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میل سے ان (مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مراد مسافت ہے یا وہ سلائی جس سے آنکھ میں سرمہ ڈالا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں (ڈوبے) ہوں گیان میں سے کوئی اپنے دونوں ٹخنوں تک کوئی اپنے دونوں گھٹنوں تک کوئی اپنے دونوں کولھوں تک اور کوئی ایسا ہوگا جسے پسینے نے لگام ڈال رکی ہوگی۔'' (مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہا: اور (ایسا فرماتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (صحیح مسلم/2864)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ العَرَقَ يَوْمَ القِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الأَرْضِ سَبْعِينَ بَاعًا، وَإِنَّهُ لَيَبْلُغُ إِلَى أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْ إِلَى آذَانِهِمْ'' یعنی پسینہ قیامت کے دن ستر باع (دونوں ہاتھ کی پھیلائی) زمین میں جائے گا اور بعض آدمیوں کے منہ یا کانوں تک ہوگا۔ (صحیح مسلم/6532)

اس سخت اور دشوار وقت میں اللہ تعالیٰ کچھ خوش نصیب افراد کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائے گا، انہیں روزِ محشر کی سختی سے نجات دے گا اور عرش تلے سایہ عطا کر کے ان کی تکریم اور عزت افزائی کرے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ عطا کرے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا: عدل کرنے والا حکمران، وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت کے ساتھ پروان چڑھا، وہ آدمی جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو، وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کی، اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، وہ آدمی جسے مرتبے اور حسن والی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ آدمی جس نے چھپا کر صدقہ کیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے، اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ (صحیح بخاری: 660، صحیح مسلم: 1031)

اس حدیث میں سات افراد کے تعلق سے بتایا گیا ہے کہ یہ خوش نصیب افراد روزِ قیامت عرش تلے سایہ پائیں گے۔ ان کا تذکرہ آئندہ سطور میں آئے گا۔ یہاں اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''في سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ'' ارشاد فرمایا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سایہ سے مراد کیا ہے؟

اس حدیث میں فی ظلہ سے مراد و مقصود: اس حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سات خوش نصیب لوگوں کو اپنے سایہ تلے جگہ عنایت فرمائے گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں موجود ''ظل'' سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں:

پہلا قول: اس سے عرشِ الٰہی کا سایہ مقصود ہے۔ اس قول کی بنیاد پر احادیث میں وارد مطلق ''ظل'' کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور جس حدیث میں بھی سایہ کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف ہوگی، تو دوسری احادیث میں موجود ''عرش کے سایہ'' سے اسے مقید کیا جائے گا۔ اسی قول کو حافظ ابن مندہ نے کتاب التوحید (3/190)، طحاوی نے مشکل الآثار (15/73)، ابن عبدالبر نے التمہید (2/282)، بغوی نے شرح السنۃ (2/355)، امام ابن قیم نے اپنی متعدد کتابوں میں جن میں سے طریق الہجرتین (ص: 525)، ابن رجب حنبلی نے فتح الباری (6/51) اور امام سیوطی

نے تمہید الفرش فی الخصال الموجبۃ لظل العرش میں راجح قرار دیا ہے۔

دوسرا قول: اللہ جل جلالہ قیامت کے روز ایک سایہ پیدا فرمائے گا اور اس میں ہی کچھ خوش نصیبوں کو سایہ عنایت فرمائے گا۔ اسے امام ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور کہا ہے: "**لكن الله عز وجل يخلق شيئاً يظلل به من يشاء من عباده، يوم لا ظل إلا ظله، هذا هو معنى الحديث، ولا يجوز ان يكون له معنى سوى هذا**" یعنی اللہ تعالیٰ کوئی چیز پیدا فرمائے گا جس کے تلے اپنے بندوں میں سے کچھ کو سایہ عنایت کرے گا۔ اس روز اس سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ بھی نہیں ہوگا۔ یہی حدیث کا مفہوم ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔ (شرح ریاض الصالحین 1/735)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے مزید ایک جگہ کہا: عرش کے سایہ کے سلسلے میں وارد روایتیں محلِ نظر ہیں اور یہ بات معروف ہے کہ عرش آسمانوں، زمین، سورج، چاند اور ستاروں سے بڑا ہے۔ اگر وہ حدیثیں صحیح بھی ہو جائیں تو ہم کہیں گے کہ عرش کے کسی کونے میں سایہ ہوگا، حالانکہ اللہ جل شانہ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن اس لفظ کا ثبوت محلِ نظر ہے۔ درست موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روز بادل یا کسی دوسری چیز کا ایک سایہ پیدا فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔ (شرح ریاض الصالحین 1/783)

شرح عقیدہ واسطیہ (ص/497) میں امام موصوف نے کہا ہے: اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا، یعنی اس سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا۔ اس سے مقصود یہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے بتایا ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ کا سایہ ہوگا، کیونکہ یہ مفہوم باطل ہے اور اس صورت میں لازم آئے گا کہ سورج اللہ جل شانہ کے اوپر ہو۔

تیسرا قول: اس سے مقصود اللہ جل شانہ کا سایہ ہے، لیکن اس کی کیفیت کے بارے میں ہم غور وفکر نہیں کریں گے بلکہ نصوص میں جیسے وارد ہے اسے من وعن تسلیم کرلیں گے اور بلا تاویل وتفسیر اور تکییف اسے ثابت مانیں گے۔ یہ موقف امام ابن باز رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عالم اللہ کے سایہ کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کسی شے کو پیدا کریں گے اور اس کے سایہ میں اپنے بندوں میں کچھ لوگوں کو جگہ عنایت فرمائیں گے۔ کیا یہ معنی درست ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ تاویل ہے، ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ یہ تاویل ہے، بلکہ حدیث سے ظاہری مفہوم لینا ضروری ہے۔ ابن باز رحمہ اللہ نے مزید کہا: اللہ عز وجل ہی اس کی کیفیت کو بہتر جانتا ہے، گویا کہ اللہ جل شانہ اس کیفیت پر عرش تلے سایہ عنایت کرے گا جسے صرف اللہ جل جلالہ وعم نوالہ جانتا ہے۔

چوتھا قول: کچھ علمائے کرام نے "ظل" (سایہ) سے "رحمت" مراد لیا ہے۔ اس قول کو امام ابن عبدالبر، امام بیہقی اور امام بغوی نے اختیار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: احادیث العقیدۃ المتوہم اشکالہا فی الصحیحین، ص/84)

راجح: تمام اقوال اور دلائل پر غور وفکر کرنے سے پہلا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہی ائمہ متقدمین کا قول ہے۔ دوسری بات یہ کہ "فی ظلہ" کی وضاحت دوسری روایت میں بلفظ: "**سبعة يظلهم الله في ظل عرشه ...**" وارد ہے۔ یہ سنن سعید بن منصور میں سلمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے منقول ہے جس کی سند کو ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (حدیث نمبر 660) میں حسن قرار دیا ہے۔ امام قرطبی نے المفہم (حدیث نمبر 899) میں بالجزم یہ بات کہی ہے۔ اسی طرح امام نووی نے شرح مسلم (حدیث نمبر 1031) میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاویٰ (17/25) میں اس سے استشہاد کیا ہے اور صحیحین کی طرف اسے منسوب کیا ہے۔ اس سے امام ابن قیم الجوزیہ نے طریق الہجرتین (ص:525) میں استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عرش تلے جگہ پانے والے: اس سے پہلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث گزری جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سات خوش نصیب افراد کے تعلق سے خبر دی ہے کہ ان حضرات کو اللہ جل شانہ اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا کرے گا۔ وہ سات خوش نصیب افراد درج ذیل ہیں:

(۱) **عادل حکمران (الإمام العادل)**: وہ حکمران جو رعایا کے درمیان انصاف قائم کرے، ظلم وناانصافی سے بچے اور عدل ومساوات کے ساتھ فیصلہ کرے۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "**المقصود بالإمام العادل: من عدل في حكمه بين الناس، فسوّى بين الضعيف والقوي، والقريب والبعيد، والعدو والصديق.**" یعنی عادل امام وہ ہے جو اپنے فیصلوں میں سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے؛ کمزور وطاقتور، قریب وبعید، دوست ودشمن سب کے ساتھ انصاف کرے۔ (شرح صحیح مسلم 2/143)

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "**الإمام العادل هو الذي يتقي الله في رعيته، ويؤدي الأمانة على وجهها، ولا يخون الله في خلقه.**" یعنی وہ اللہ کے خوف کے ساتھ رعایا کے معاملات میں امانت دار ہو، ان کے حقوق ادا کرے اور اللہ کی مخلوق کے معاملے میں خیانت نہ کرے۔ (المفہم 1/392)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "**إنما خص الإمام العادل بالذكر لعظم النفع به، إذ صلاحه صلاح الأمة كلها، وفساده فساد الأمة كلها**" یعنی امام عادل کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کا عدل پورے معاشرے کے لیے نفع بخش ہے، اور اگر وہ ظالم ہو تو پوری امت فساد میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری 2/144)

امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "**عدل الإمام هو إقامة الحقوق، وكف الظلم، ونصر المظلوم، وأداء الأمانات، وإعطاء كل ذي حق حقه**" یعنی عدل کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق ادا کرے، ظلم کو روکے، مظلوم کی مدد کرے، امانتیں ادا کرے اور ہر حقدار کو اس کا حق دے۔ (احیاء علوم الدین 2/310)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "**من العدل أن يرحم الرعية، ويعاملهم بالرفق، ويجعلهم بمنزلة أولاده**" یعنی رعایا کے ساتھ رحمت ونرمی کرنا اور ان

کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ کرنا بھی عدل میں شامل ہے۔(التمہید 5/295)

پس ائمہ کرام نے امام عادل کے لیے جو آداب، قیود اور ضوابط بیان کیے ہیں، ان سب کا جامع وہی شخص ہوگا جو حقیقی عدل کی صفت سے متصف ہو۔ اور جو حکمران ان اوصاف وخصال کا حامل ہوگا، اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا اور اسے عرشِ الٰہی کے سایے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

(۲) نیک نوجوان (شابّ نشأ في عبادة الله): امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد وہ نوجوان ہے جو چھوٹی عمر اور جوانی کے زمانے ہی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور معصیت سے اجتناب پر قائم رہے، کیونکہ جوانی کے زمانے میں عموماً نفس کی سرکشی اور شہوت کی غالبی زیادہ ہوتی ہے۔(شرح صحیح مسلم 6/135، حدیث:1031)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ گویا ہیں: ”أَفْضَلُ أَوْقَاتِ الشَّابِّ زَمَنُ شَبَابِهِ، فَإِذَا لَزِمَ الطَّاعَةَ فِيهِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِهِ، لِأَنَّ الدَّوَاعِيَ إِلَى الْمَعَاصِي فِيهِ أَقْوَى.“ یعنی نوجوان کے اوقات میں سب سے اہم اس کی جوانی کا وقت ہے، لہٰذا اگر اس نے اسی زمانے میں اطاعت کو لازم پکڑ لیا تو اس کا اجر سب سے زیادہ ہوگا، کیونکہ جوانی میں معصیت کی طرف داعی قوتیں زیادہ قوی ہوتی ہیں۔(فتح الباری 2/144)

قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہاں خاص طور پر نوجوان کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ خواہشِ نفس اور شہوت کے غلبے کا مظنہ ہے، پس جب وہ ان پر غالب آ کر اپنی جان کو اللہ کی اطاعت میں لگا دے تو اس کی فضیلت بہت عظیم ہوگی۔(إکمال المعلم 7/228)

گویا کہ ”شابّ نشأ في عبادة الله“ سے مراد وہ نوجوان ہے جس نے اپنی جوانی کے پرجوش اور خواہشات سے لبریز دور کو اللہ کی عبادت، اطاعت اور فرمانبرداری میں گزارا، اور اپنی زندگی کی بنیاد دین پر رکھی۔ چونکہ جوانی کا وقت شہوات اور غفلت کا ہوتا ہے، لہٰذا اس حالت میں عبادت گزاری کی فضیلت دو چند ہے۔

(۳) وہ انسان جس کا دل ہمہ وقت مسجد سے وابستہ ہو (رجل قلبه معلّق بالمساجد): امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”مَعْنَاهُ شَدِيدُ الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا، وَالْمُحَافَظَةُ عَلَى الصَّلَاةِ فِيهَا، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ مُجَرَّدَ الْمُكُوثِ فِيهَا“ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص سخت اہتمام کے ساتھ مسجد کی حاضری اور اس میں نماز کی پابندی کرتا ہے، اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صرف مسجد میں بیٹھا رہے۔(شرح صحیح مسلم 6/135، حدیث:1031)

امام ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ویا وہ مسجد کے ساتھ لٹکا ہوا ہے، محبت اور شوق کی وجہ سے۔ کیونکہ جب دل کسی چیز سے جُڑ جائے تو انسان بار بار اس کی طرف آتا ہے۔(فتح الباری 2/145)

امام قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہ صفت اس لیے عظیم ہے کہ یہ کامل ایمان، نماز سے شدید محبت اور اللہ کے گھروں میں فرشتوں کی مجالست کی علامت ہے۔(المفہم 2/111)

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”أَيْ مُتَعَلِّقُ الْقَلْبِ بِهَا، لَا يُحِبُّ الْخُرُوجَ مِنْهَا، وَإِنْ خَرَجَ كَانَ قَلْبُهُ مُتَطَلِّعًا إِلَيْهَا، مُتَشَوِّقًا لِلْعَوْدِ إِلَيْهَا“ یعنی اس کا دل مسجد سے جُڑا رہتا ہے، وہ اس سے نکلنا پسند نہیں کرتا، اور اگر نکل بھی جائے تو اس کا دل بار بار پلٹنے کا خواہاں اور دوبارہ آنے کا مشتاق رہتا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح 3/63)

خلاصہ یہ کہ ایسا شخص دنیاوی مشاغل پر مسجد اور نماز کو ترجیح دیتا ہے، اسی لیے قیامت کے دن اسے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

(۴) اللہ کی خاطر محبت کرنے والے دو افراد (رجلان تحابّا في الله اجتمعا عليه وتفرّقا عليه): امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”الْمُرَادُ أَنَّهُمَا اجْتَمَعَا عَلَى مَحَبَّةِ اللهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَى ذَلِكَ أَيْ أَنَّهُمْ لَا يَزَالُ حُبُّهُمَا قَائِمًا عَلَى ذِكْرِ اللهِ وَطَاعَتِهِ فِي الْحَيَاةِ وَالْمَمَاتِ“ یعنی مقصود یہ ہے کہ وہ دونوں اللہ کی محبت پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں، یعنی ان کی محبت ہمیشہ اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت پر قائم رہے، خواہ زندگی میں ہو یا وفات کے بعد۔(شرح صحیح مسلم 16/82)

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”الْمُرَادُ أَنَّهُمَا تَصَاحَبَا عَلَى طَاعَةِ اللهِ وَمَحَبَّتِهِ، فَكَانَ سَبَبُ لِقَائِهِمَا وَاجْتِمَاعِهِمَا إِقَامَةُ الدِّينِ، وَلَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا غَرَضٌ دُنْيَوِيّ“ یعنی وہ دونوں اللہ کی اطاعت اور اس کی محبت پر دوستی کریں۔ ان کے ملاقات اور رفاقت کا سبب دین قائم رکھنا ہو، نہ کہ کوئی دنیاوی مقصد۔(فتح الباری 2/144)

قاضی عیاض رحمہ اللہ گویا ہیں: ”مَعْنَاهُ أَنَّهُمَا تَوَادَّا فِي اللهِ عَلَى التَّنَاصُرِ وَالتَّعَاوُنِ عَلَى طَاعَتِهِ، لَا عَلَى مَالٍ وَلَا جَاهٍ وَلَا مَنْفَعَةٍ“ یعنی ان دونوں کی محبت اللہ کی اطاعت پر ایک دوسرے کو مدد دینے اور تعاون کرنے کے لیے تھی، نہ کہ مال، منصب یا کسی دنیاوی فائدہ کے لیے۔(اکمال المعلم 7/155)

ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”إِنَّمَا تَكُونُ الْمَحَبَّةُ فِي اللهِ خَالِصَةً إِذَا كَانَ الْبَاعِثُ عَلَيْهَا دِينُ اللهِ، فَهُوَ مِنْ كَمَالِ الْإِيمَانِ“ یعنی اللہ کی خاطر محبت اسی وقت خالص ہوگی جب اس کا سبب صرف دینِ الٰہی ہو۔ یہ کامل ایمان کی علامت ہے۔(التمہید 22/249)

ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ دو باہم اللہ کی خاطر محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کی محبت کا سبب صرف اللہ اور اس کی اطاعت ہو، ملاقات اور جدائی دونوں کا محور دین ہو، دنیا نہیں، وہ ایک دوسرے کی دینی مدد اور خیر خواہی کریں، نہ کہ دنیاوی مفادات کی خاطر اور یہ محبت کامل ایمان کی علامت اور قیامت کے دن عرش کے سایے کا سبب ہے۔

(۵) گناہ سے بچنے والا پرہیزگار شخص (رجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال إني أخاف الله): وہ

آدمی جسے کسی صاحبۂ حسن ومنصب عورت نے گناہ کی دعوت دی لیکن اس نے کہا: ''میں اللہ سے ڈرتا ہوں'' اور گناہ سے بچ گیا۔امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:''فِيهِ فَضِيلَةُ مَنْ دَعَتْهُ إِلَى الْفَاحِشَةِ امْرَأَةٌ جَمِيلَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ، فَتَرَكَهَا خَوْفًا مِنَ اللهِ تَعَالَى'' یعنی اس حدیث میں اُس شخص کی فضیلت بیان ہوئی ہے جسے کسی خوبصورت اور منصب والی عورت نے بدکاری کی دعوت دی اور اس نے صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے ترک کر دیا۔(شرح صحیح مسلم،حدیث:1031)

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: منصب اور جمال (حسن وجمال) کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں انسان کو عورت کی طرف جھکنے پر زیادہ ابھارتی ہیں، پھر اگر اس پر دعوتِ گناہ اور تنہائی بھی شامل ہوجائے تو فتنہ پورا ہوجاتا ہے۔ایسے موقع پر اگر کوئی شخص رک جائے تو یہ تقویٰ کے کمال کی دلیل ہے۔(فتح الباری،2/144)

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:''إِنَّمَا خَصَّ الْمَرْأَةَ ذَاتَ الْمَنْصِبِ وَالْجَمَالِ لِأَنَّ النَّفْسَ تَمِيلُ إِلَيْهَا أَشَدَّ الْمَيْلِ، فَمَنْ تَرَكَهَا خَوْفًا مِنَ اللهِ كَانَ مِمَّنْ أُعْطِيَ الْأَجْرَ الْعَظِيمَ'' یعنی یہاں خاص طور پر منصب وجمال والی عورت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ نفس کی رغبت اس کی طرف سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس جو شخص اللہ کے خوف سے اسے چھوڑ دے وہ عظیم اجر کا مستحق ہے۔(المفہم 2/582)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں:''فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ: أَيْ امْتَنَعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ خَوْفًا مِنَ الْمَعْصُومِ، لَا عَجْزًا وَلَا جُبْنًا'' یعنی اس شخص نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں یعنی وہ گناہ سے اللہ کے خوف کی بنا پر رُک گیا، نہ کہ بزدلی یا کمزوری کی وجہ سے۔(مرقاۃ المفاتیح،3/1169)

گویا کہ شراحِ حدیث کے نزدیک اس خوش نصیب شخص کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اسے گناہ کی دعوت پوری رغبت کے اسباب (جمال،منصب،تنہائی) کے ساتھ دی گئی۔اس کے باوجود اس نے صرف اور صرف اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ سے اجتناب کیا۔یہ عمل اس کے کمالِ تقویٰ اور اخلاص کی دلیل ہے۔

(۶) **خفیہ صدقہ کرنے والا شخص (رجل تصدّق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه)**: امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں صدقہ کو چھپانے کی ترغیب ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اکثر مواقع پر اخفا افضل ہے۔البتہ ایسے مواقع جہاں لوگوں کو ترغیب دلانا مقصود ہو وہاں صدقہ ظاہر کرنا زیادہ بہتر ہے۔(نیل الاوطار،4/151)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں:''الْمَعْنَى أَنَّهُ يُخْفِي صَدَقَتَهُ كَمَا يُخْفِي الرَّجُلُ جِمَاعَهُ مِنْ أَهْلِهِ، فَهُوَ تَشْبِيهٌ بِالْمُبَالَغَةِ فِي الْإِخْفَاءِ'' یعنی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی صدقہ کو اس طرح چھپاتا ہے جیسے آدمی اپنے اہل کے ساتھ ہمبستری کو چھپاتا ہے۔یہ محض مثال ہے، اور اس میں صدقہ کے اخفا پر نہایت تاکید اور مبالغہ مراد ہے۔(شرح صحیح البخاری،2/144)

امام مناوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:''إِذَا بَالَغَ فِي إِخْفَاءِ صَدَقَتِهِ بَلَغَ فِي الْإِخْلَاصِ غَايَتَهُ، وَحِينَئِذٍ يَسْتَحِقُّ صَاحِبُهُ ذَلِكَ الْفَضْلَ الْعَظِيمَ مِنْ ظِلِّ الْعَرْشِ'' یعنی جب کوئی اپنی صدقہ کے چھپانے میں مبالغہ کرتا ہے تو اخلاص کی انتہائی بلندی کو پہنچتا ہے۔اسی وقت وہ بندہ اس عظیم فضیلت کا مستحق بنتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے سائے میں جگہ پائے۔(فیض القدیر،4/22)

شراح نے واضح کیا کہ اس خوش نصیب کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ وہ صدقہ کو اس درجہ پوشیدہ رکھتا ہے کہ گویا بایاں ہاتھ بھی دائیں ہاتھ کے خرچ کو نہیں جانتا۔یہ انداز اس کے کمالِ اخلاص، ریا سے دوری اور اللہ کی رضا کے خالص ارادے کو ظاہر کرتا ہے۔

(۷) **تنہائی میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص (رجل ذكر الله خاليًا ففاضت عيناه)**: امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ کو یاد کرنے کا ذکر ''خلوت'' کے ساتھ اسی لیے کیا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ رونے کی اصل وجہ اللہ کا خوف ہے نہ کہ لوگوں کو دکھانا۔یہی سب سے زیادہ صاف اور خالص کیفیت ہے۔(معالم السنن،1/232)

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جب بندہ تنہائی میں اللہ کے خوف سے روتا ہے تو اللہ اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سایے میں جگہ دیتا ہے۔یہ اس کے اخلاص کا بدلہ ہے، کیونکہ جو اس نے دنیا میں چھپایا تھا اللہ آخرت میں اسے ظاہر کرے گا۔(جامع العلوم والحکم،ص482)

امام ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہائی میں اللہ کو یاد کرتے ہوئے نکلنے والے آنسو اللہ کے نزدیک شہیدوں کے خون سے بھی زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ یہ سچی محبت اور خالص خوف کی دلیل ہیں۔(الوابل الصیب،ص94)

وہ خوش نصیب شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرکے خوفِ الٰہی سے رو پڑتا ہے، دراصل اخلاص وخشیت کی بلندترین منزل پر ہوتا ہے۔ایسے آنسو ریا سے پاک، دل کی صفائی اور اللہ کی رحمت ومغفرت کے دروازے ہیں، اسی سبب قیامت کے دن اسے عرش تلے سایہ نصیب ہوگا۔

عرش تلے سایہ پانے والے کچھ مزید خوش نصیب افراد: سابقہ حدیث میں سات خوش نصیب افراد کا تذکرہ ہے جنہیں اللہ جل شانہ میدان محشر میں سخت حالات میں عرش الٰہی تلے سایہ عطا کریں گے۔البتہ احادیث کے ذخیرے میں مزید کچھ افراد کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز عرش تلے سایہ نصیب فرمائے گا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ حدیث میں سات کا تذکرہ حصر کے لئے نہیں ہے۔چنانچہ عرش تلے سایہ پانے والے کچھ مزید افراد درج ذیل ہیں:

☆**تنگ دست کو مہلت دینے یا اسے معاف کردینے والا شخص**: کعب بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ، أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ'' یعنی جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض ختم کردیا اللہ تعالیٰ اپنے سائے

سے اس پر سایہ کرے گا۔(صحیح مسلم/3006)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا، اَوْ وَضَعَ لَهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ" یعنی جو شخص کسی تنگ دست (قرض دار) کو مہلت دے یا اس کا کچھ قرض معاف کردے، تو اللہ اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔(سنن ترمذی/1306، مسند احمد/8711، شیخ البانی نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بے شک تنگ دست کو مہلت دینے اور معاف کرنے میں اس پر رحمت ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے اس بڑے دن میں اس کے بدلے میں اسے اپنی رحمت سے نوازے گا، اور یہی عرش کا سایہ ہے۔(المفہم 5/570)

امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسے عرش کے سائے کی جزا اس لیے دی گئی کہ اس نے مقروض تنگ دست کو سخت پریشانی سے امن دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں اسے قیامت کے دن سخت گرمی سے امن عطا فرمایا۔(معالم السنن 3/107)

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مقصود یہ ہے کہ جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ یہ رکھا کہ وہ عرش کے سائے میں ہوگا، اور یہ بہت بڑی عزت وکرامت ہے۔(نیل الاوطار 5/266)

ائمہ کرام کے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث انسانیت، ہمدردی اور ایثار کی تعلیم دیتی ہے۔ جو شخص تنگ دست پر رحم کرتا ہے، قرض میں آسانی دیتا ہے یا معاف کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر اپنی خاص رحمت اور عزت نچھاور کرے گا اور اسے عرش کے سایہ میں پناہ دے گا۔

☆**سچا تاجر**: سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ مَعَ السَّبْعَةِ فِي ظِلِّ عَرْشِ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یعنی سچا تاجر ان سات قسم کے لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا۔(سعید بن منصور نے سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔الثمر المستطاب 1/632، شیخ البانی نے ضعیف جدا قرار دیا ہے۔(ضعیفہ/3470)

یہ روایت یوں تو محل نظر ہے جس سے اس مسئلہ پر استنباط درست نہیں ہے لیکن اکثر علمائے کرام نے اس ضمن نے سچے تاجر کا تذکرہ کیا ہے۔اس وجہ سے یہاں اس کا تذکرہ کردیا گیا ہے، ورنہ سچے تاجر کی دوسری فضیلتیں صحیح احادیث میں ثابت ہیں جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ" یعنی سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔(سنن ترمذی/1209، شیخ البانی نے کہا ہے: اس کی سند حسن ہے اور اس کی شواہد موجود ہیں جو اسے صحیح کے درجہ تک بلند کرتے ہیں۔صحیحہ/994)

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سچا تاجر انبیاء کے ساتھ اس لیے ہوگا کہ اس نے تجارت کی خطرناک وادیوں میں خود کو جھونکا لیکن پھر بھی حق کو ملحوظ رکھا۔اس کی امانت داری نے اس کے طمع و لالچ پر غلبہ پایا، اسی وجہ سے اسے یہ بلند مقام عطا کیا گیا۔(المفہم 4/430)

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے تاجر کو انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ رکھا ہے کیونکہ تجارت میں سچائی بہت نایاب ہے۔ جو شخص اس میدان میں اپنی جان کو محفوظ رکھے، وہ لوگوں میں نایاب ہے۔(جامع العلوم والحکم، ص/359)

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ سچا تاجر وہ ہے جو جھوٹ، دھوکہ، جھوٹی قسم، ناپ تول میں کمی، یا لالچ وحرص سے پاک ہو۔ چونکہ تجارت میں سب سے زیادہ فتنہ اور آزمائش ہوتی ہے، اس لیے جو شخص ان خطرات کے باوجود دیانت وصداقت پر قائم رہے وہ قیامت کے دن عظیم مرتبہ پائے گا، یہاں تک کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ عرش کے سایہ میں ہوگا اور انبیاء وصدیقین کے قریب کیا جائے گا۔

☆**مجاھد، تنگ دست اور غلام کی آزادی کے لئے معاونت کرنے والا**: سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مجاہد فی سبیل اللہ کی اعانت و مدد کی یا تنگ حالات میں کسی مقروض سے تعاون کیا یا کسی مکاتب کا اس کے زر کتابت کی ادائیگی میں ہاتھ بٹایا کہ وہ آزاد ہو جائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اس روز سایہ عطا فرمائے گا جس روز اس کے سایہ کے ماسوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔(مصنف ابن ابی شیبہ/22615، شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترہیب/1269 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

امام منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں:"الإعانة للمجاهد تكون بالمال أو البدن أو تجهيز السلاح" یعنی مجاہد کی مدد کبھی مال سے، کبھی جسمانی معاونت سے اور کبھی اسلحہ مہیا کرنے سے ہوتی ہے۔(الترغیب والترہیب(2/72، ح1269)

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں خیر کے کام میں مدد دینے کی فضیلت ہے۔اور یہ کہ جو شخص اپنی ذات سے جہاد پر قادر نہ ہو، وہ دوسروں کی مدد کے ذریعے اس میں شریک ہوسکتا ہے۔(فتح الباری 6/29)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محض اپنی ذات کی نیکی کافی نہیں، بلکہ جو لوگ دوسروں کی مشکلات میں تعاون کرتے ہیں — خواہ وہ مجاہد کی مدد ہو، مقروض کی مشکل کشائی ہو، یا غلام کی آزادی میں تعاون — انھیں بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش کے سائے سے نوازے گا۔یہ امت کو ایثار، تعاون اور اجتماعی بھلائی کا عظیم درس دیتی ہے۔

☆☆☆

رسالہ نجم الحق

از مولانا عبدالکریم مسلم، خلیفہ شہیدین سید احمد شہید وشاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ

الٰہی راہ سیدھی تونے مجھ کو دکھائی ہے　　برائی شرک کی توحید کی خوبی سجھائی ہے
معانی سنّت و بدعت کے لفظوں کی بجھائی ہے　　تعصب کے بلائے قید سے بخشی رہائی ہے
محض تیری نگاہِ لطف کی یہ رہنمائی ہے

پھروں تا ٹھوکریں کھاتا بیابانِ ضلالت میں　　پکڑ کر ہاتھ تو لایا مجھے راہِ ہدایت میں
کیا داخل مجھے پھر امتِ شاہِ رسالتؐ میں　　گنا اپنے کرم سے سید احمد کی ارادت میں
کہ جس کی پیروی نے راہ سنّت کی بتائی ہے

طریقہ اہلِ سنت کا مجھے جس دن سے بھاتا ہے　　کوئی کہتا ہے لا مذہب کوئی گمراہ بناتا ہے
کوئی میری امامت سے بدل انکار کرتا ہے　　کوئی چشم غضب سے تیوری مجھ پر چڑھاتا ہے
صفائی اس لئے مذہب کی اپنے کہہ سنائی ہے

عزیزو بار سنت کا لیا سر پر، جو ہو سو ہو　　کیا اب نوش جام ساقئی کوثر، جو ہو سو ہو
پلا اس راہ میں جان آبرو کھو کر، جو ہو سو ہو　　کروں منزل کو طے میں، یا کہ جاؤں مرجو ہوسو ہو
بسوئے منزلِ مقصود دل سے لو لگائی ہے

عمل میں مذہب حنفی کی میں تقلید لاتا ہوں　　قیاسی مسئلوں میں پیروی ان کی بجاتا ہوں
قیاس ان کا حدیث مصطفائیؐ سے ملاتا ہوں　　موافق ہے تو بہتر ورنہ ہاتھ اس سے اٹھاتا ہوں
اسی انداز کی تقلید میرے جی کو بھائی ہے

بدل ان چار مجتہدوں کو ہادی جانتا ہوں میں　　بلا تعیین کے تقلید ان کی مانتا ہوں میں
قیاسِ حق و باطل کو پہچانتا ہوں میں　　نہ سم الفار ومصری کو ملا کر پھانکتا ہوں میں
بفضلِ ایزدی یہ حق شناسی میں نے پائی ہے

عزیزو آپ کو جب پیرو سنت بتاتے ہو　　محبت سید کونینؐ کی منہ سے جتاتے ہو
مخالف اپنے مذہب کے حدیثیں جب کہ پاتے ہو　　عمل کرنے میں ان پر کیوں بہانے پیش لاتے ہو
یہ کیسی حبّ نبویؐ پیروی مصطفائیؐ ہے

محبت پنجتنؓ کی رافضی بھی تو جتاتے ہیں　　غمِ حسنینؓ میں روتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں
مگر وہ پنجتنؓ کی پیروی سے منہ چھپاتے ہیں　　بڑھاتے ہیں لبوں پر مونچھ اور داڑھی مونڈاتے ہیں
تمہیں بھی شاید ان لوگوں نے بوا پنی سنگھائی ہے

امام بوحنیفہؒ رہنمائے دین نے یارو　　کتابِ روضۃ العلماء میں فرمایا ہے جا دیکھو

کہ قولِ احمدؒ سے قول جو میرا مخالف ہو   تو ایسے قولِ باطل کو وہیں دیوار پر مارو
یہاں تقلید ان کی کس لئے تم نے اٹھائی ہے

امامِ اعظمؒ و بویوسفؒ وزفرؒ ومحمدؒ کو   بھلا تم کس طرح سے ایک اے یارو سمجھتے ہو
تعصب سے جدا ہوکر ذرا انصاف سے سمجھو   کہ جب ان کے قیاس ورائے باہم مختلف ہیں تو
سمجھنا ایک چاروں کو سمجھ کی نارسائی ہے

اگر نعمانؒ ہی کی پیروی منظور ہے تواب   زفرؒ سے اور محمدؒ سے ابو یوسفؒ سے کیا مطلب
اگر سمجھو کہ یہ شاگرد ہیں نعمانؒ ہی کے سب   ہوا اس واسطے چاروں کا مل کر ایک ہی مذہب
نہیں گو ان کے اندر اتفاق اور ایک رائی ہے

تو ہم کہتے ہیں یہ کہ بو حنیفہؒ نے محمدؒ کو   محمدؒ نے پڑھایا شافعیؒ کو یہ سمجھ رکھو
اور ہیں شاگرد احمدؒ شافعیؒ کے پھر تواے یارو   امامِ اعظمؒ محمدؒ شافعیؒ احمدؒ کے مذہب کو
کسی نے ایک ہی سمجھا تو اس میں کیا برائی ہے

اگر تحقیق کے پایہ سے اے متعصبو گر کر   محض تقلید ہی کا روگ تم نے لے لیا دل پر
تو بوبکرؓ و عمرؓ ہیں ان اماموں سے کہیں بہتر   حدیث کالنجوم آئی ہے ان کی شان کے اندر
انھوں نے صحبت معصوم پیغمبر کی پائی ہے

میاں تقلید شخصی کو نہیں جب تک اٹھاؤ گے   کہاں سب سنتیں تم ایک ہی مذہب میں پاؤ گے
کسی مذہب کی سنت سے اگر انکار لاؤ گے   تو محشر میں رسول اللہؐ کو کیا منہ دکھاؤ گے
کرو توبہ تعصب سے جو خوف کبریائی ہے

بھلا تقلید شخصی کو کہاں سے تم نے ٹھہرایا   خدا نے اور نبیؐ نے تو کہیں اس کو نہ فرمایا
نہ اجماعِ صحابہؓ سے کہیں اس کا پتا پایا   قیاس ورائے سے اپنے نہ مجتہدوں نے بتلایا
جدا اپنی شریعت تم نے یہ گھر سے بنائی ہے

صحابہؓ قول لیتے تھے کبھی صدیق اکبرؓ کا   کبھی فاروقؓ کا فتویٰ کبھی عثمانؓ وحیدرؓ کا
وہاں یہ حال تھا ہرگز نہ اصحابؓ پیمبرؐ کا   کہ مذہب ہو جدا ہر کا مقرر یا لقب ہر کا
کہ فاروقی فلانا ہے فلانا مرتضائی ہے

جہاں خود سید کونینؐ کی موجود سنت ہے   وہاں غیروں کے قول ورائے پر چلنا ضلالت ہے
رسول اللہ کے ساتھ اس مقلد کو بغاوت ہے   نہیں وہ اہل سنت بلکہ مشرک فی الرسالت ہے
اگرچہ صورت اپنی اہل سنت کی بنائی ہے

تعجب ہے کہ کلمہ سید ابرار کا پڑھنا   اور ان کے زمرۂ امت کے اندر آپ کو کہنا
پھر ان کے قول ہوتے دوسرے کی رائے پر چلنا   اور اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کر رکھنا
معاذ اللہ یہ کیسی نبیؐ سے بے وفائی ہے

کہاحضرتؐ نے امت میں مری فرقے تہتر ہو	بہتر دوزخی اور ایک کافر دوس میں گھر ہو
گئے پوچھے کہ ان میں کون فرقہ راستی پر ہو	تو فرمایا جسے منظور یاں وہ راہِ انور ہو
جو میں نے اور مرے اصحابؓ اور یاروںؓ نے پائی ہے

اگر ہو قول مجتہد وامام وپیر کا لینا	تو اوّل ہے اسے معیار سنت سے لگا لینا
کھرا نکلے تو دستور العمل اپنا بنا لینا	اگر کھوٹا نکل آئے تو ہاتھ اس سے اٹھا لینا
زرِ ناقص کو لے کر منفعت کس نے اٹھائی ہے

اس اقلیم شریعت اور آفاقِ طریقت میں	جہانِ معرفت کے بیچ اور ملکِ حقیقت میں
اجلاسِ خلافت اور دیوانِ امامت میں	اور احکامِ اطاعت اور ارکانِ عبادت میں
کسی کی کب شہؐ دیں کے سوا فرما نروائی ہے

تعجب تھا کہ یارب کیوں نہیں ہوتا اثر ان کو	دکھائیں سیکڑوں لا لا حدیثیں معتبر ان کو
کہا دل نے کہ اے ناصح نہ اتنا تنگ کر ان کو	یہ خورشید خیر ہرگز نہ آئے گا نظر ان کو
گھٹا کالی تعصب کی دلوں پر ان کے چھائی ہے

کلامِ خالقِ جن وبشر تو پیشتر لیجئے	تب اس کے بعد قولِ حضرتِ خیر البشرؐ لیجئے
تب اصحابِؓ رسولؐ اللہ کا حکمِ اثر لیجئے	تو بعد اس کے فقیہوں کا قیاسِ معتبر لیجئے
تسلسل یہ بزرگانِ شریعت نے جمائی ہے

کوئی تقلید شخصی کے تئیں واجب بتاتاہے	کوئی منکر کو اس کے فاسق وگمراہ بناتا ہے
کوئی مکہ مدینہ کی سند لالا سنا تاہے	کوئی چاروں مصلوں سے دلیلیں پیش لاتا ہے
یہ ساری حجتیں ان کی تعصب کی ہوائی ہے

غضب تو یہ کہ بے خوف وخطر جو سودکھاتا ہے	نشہ خواری وبدکاری میں جو عیشیں اڑاتا ہے
اسے کوئی نہیں گمراہ ولامذہب بتاتا ہے	کرے رفع الیدین آمین تو مذہب سے جاتا ہے
یہاں تک تو تعصب نے سمجھ ان کی اڑائی ہے

جو ہو جس مسئلہ سے بے خبر سو پوچھ لے جاکر	کسی مفتی سے جو ہو واقفِ اخبارِ پیغمبرؐ
مگر تقلید اس کی خاص کر لینا نہیں بہتر	روا ہے دوسرے مفتی سے فتوٰی پوچھنا اس پر
یہی تقلید ہے جس کی خبر قرآں میں آئی ہے

روش تقلید شخصی کی روا ہے اس مقلد پر	کہ جو واجب نہ سمجھے اس روش کو دین کے اندر
زروئے احتیاط واتقایا ضیق میں آکر	عمل کرلے خوشی سے دوسرے مذہب کے فتوے پر
تو اس تقلید شخصی میں نہیں کچھ بھی برائی ہے

کہا کرتے ہیں یوں اہل تعصب ہم غریبوں سے	کہ ہم کو فقہ کافی ہے نہیں مطلب حدیثوں سے
ہماری عرض ہے اس گفتگو پر ان عزیزوں سے	کہ جب سارے مسائل میں غرض ٹھہری فقیہوں سے
تو مسلم، ترمذی کا نام لینا بے حیائی ہے

بویوسفؒ اورمحمدؒ کی ہوئی تحقیق جب کامل ہزاروں قول انھوں نے کردیئے استاد کے باطل
بقول صاحبین اکثر ہے فتویٰ دیکھ اے عادل خطا سے مجتہد کو پاک ٹھہرانا ہے لا حاصل
صفت معصومیت کی خاص جاہِ انبیائی ہے

اماموں کی خطا اور چوک پر جو مرد نانجار نکالے حق میں ان ارکان دیں کے طعن کی گفتار
اور استنباط مجتہدین کو سمجھے محض بے کار ہے اس کو صاف فاعتبروا اولی الابصار سے انکار
مرے نزدیک وہ بھی ایک گمراہوں کا بھائی ہے

نہیں کہتا میں اے یارو کہ تم حنفی نہ کہلاؤ قیاس معتبر سے بھی امام اعظمؒ کے باز آؤ
مگر ہاں جس جگہ پر تم حدیثِ احمدیؐ پاؤ سعادت جان کر اپنی عمل اس پر کئے جاؤ
رسول اللہؐ کی الفت اگر دل میں سمائی ہے

مقابل میں حدیثوں کے خطائے مجتہد پاکر نہ لانا لفظ بے ادبی کا ان کی شان کے اندر
سمجھنا دل سے ان کو پیشوائے دین پیغمبرؐ بحکم اترکوا قولی عمل کرنا حدیثوں پر
اسی تقلید سے حق میں مقلد کے بھلائی ہے

اگر تم آرزو اس بات کی رکھتے ہو اے یارو کہ روئے شاہد حق جلوہ گر دل پرہمارے ہو
تعصب کی سیاہی دیدہ خاطر سے دھو ڈالو منگا کر دیکھ لو آئینہ شرح مسلم کو
اصول فقہ میں تم کو اگر کچھ بھی رسائی ہے

جناب عائشہؓ سے ابن ماجہؒ میں روایت ہے کہ کہنا جہر سے آمین پیغمبرؐ کی سنت ہے
بجا لانا اسے ایمان والوں کی علامت ہے مگر چڑھنا برا کہنا یہودیوں کی خصلت ہے
مسلمانو! یہ خوئے بدتمہیں کس نے سکھائی ہے

مسلمانوں اگر ہے علم پڑھنے کی ہوس تم کو تو قرآن وخبر پڑھ لو یہی کافی ہے بس تم کو
ریاضی اور منطق کے نہیں لازم سبق تم کو انھیں مارسیہ سمجھو کہیں لیویں نہ ڈس تم کو
کہ اس نے ان کی صدہا کی مسلمانی مٹائی ہے

زمانہ اب اسی فتنہ کا آپہنچا ہے امت میں کہ آئی ہے خبر جس کی حدیثوں کی روایت میں
سہیگا سختیاں اس وقت جو اجرائے سنت میں سولے گا شان وعزت سوشہیدوں کی قیامت میں
یہاں طعنوں کی اس نے سینکڑوں تلوار کھائی ہے

کیا تیار میں نے اس مخمس کو بدشواری کہ شاید دے سمجھ سب کو جناب حضرتِ باری
لگے سنت رسولؐ سید مختار کی پیاری اٹھے تقلید شخصی کی دلوں سے روگ بیماری
عزیزو تم نے کیوں مجھ پر بھلا تیوری چڑھائی ہے

کہاں تک اب تو اے مسلّم دماغ اپنا دکھاوے گا سعید ازلی کو اتنا ہی سنانا کام آوے گا
اگر بدبخت کو تو ایک دفتر کہہ سنادے گا تجھی کو بلکہ وہ الٹا ہی لامذہب بتاوے گا
خدانے مہر اس کی فہم و دانش پر لگائی ہے

(دیوانِ گلشن حیات)

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

نعمت آزادی کی قدر کریں/ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی میں تقریب یوم آزادی کا انعقاد

دہلی: ۱۶/ اگست ۲۰۲۵ء

جشن یوم آزدی تمام دیش واسیوں کو، خواہ وہ دنیا کے جس کونے میں بھی ہوں، مبارک ہو۔ یہ آزادی ہم کو بڑی قربانیوں کے بعد نصیب ہوئی ہے۔ ہم سب اس کی قدر کریں اور جس طرح ہمارے بزرگوں نے "ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، آپس میں سب بھائی بھائی" کا نعرہ لگایا تھا اور پوری یکجہتی کے ساتھ آزادی حاصل کی تھی، اسی طرح ہم سب پورے قومی وملی جذبے اور بھاؤ سے سرشار ہو کر وطن عزیز کی تعمیر وترقی کے لیے آگے بڑھیں اور خدمت ملک وملت اور انسانیت کا جہاں تازہ آباد کریں۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے کیا۔ موصوف کل ۱۵/ اگست ۲۰۲۵ء کو مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے اعلیٰ تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات اسلامیہ، واقع اہل حدیث کمپلیکس ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی میں منعقد تقریب یوم آزادی میں پرچم کشائی کے بعد ان لائن خطاب کر رہے تھے۔

امیر محترم نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ ہر آدمی ملک کے تئیں مخلص ہو، ایماندار ہو، محنتی ہو، آپسی بھائی چارہ کی فضا کو بحال رکھے۔ تعمیر وطن کے لیے رات دن ایک کردے، امن وشانتی کے فروغ میں بھر پور کردار ادا کرے۔ وطن سے محبت فطری جذبہ اور ایمان کا تقاضہ ہے۔

امیر محترم نے زور دے کر کہا کہ اس پرمسرت موقع پر یہ حقیقت بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ آزادی کے کیسے چھنتی ہے اور غلامی کیسے آتی ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آزادی کے جشن وطرب میں ہم سب اس حقیقت کو فراموش کر دیں کہ ہمارے آباء واجداد اور اسلاف نے صبح آزادی کے لیے کیسی کیسی قربانیاں دیں؟ کس طرح انہوں نے اپنا گھر بار کھویا، نونہالوں کو گنوایا اور پس دیوار زنداں بھیجے گئے۔ اس موقع پر تحریک شہیدین اور اس کے اعلی مرتبت قائدین مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید اور سید احمد شہید، صادقان صادق پور، مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی وغیرہم کے نمایاں کارناموں کو ضرور یاد کرنا چاہئے۔ جن کے بارے میں ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے کہا تھا کہ اگر جدوجہد آزادی کے حوالے سے اہل صادق پور (اہل حدیث) کی خدمات اور قربانیوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں تمام دیس واسیوں کی قربانیوں کو رکھیں تو اہل صادقپور کی قربانیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی، اسیر زندان راولپنڈی سردار اہل حدیث سید نذیر حسین محدث دہلوی، ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں جنرل بخت خان اور ان کے ہمنوا مجاہدین، بعد کے ادوار میں مولانا ابوالکلام آزاد، مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، اشفاق اللہ خان وغیرہ سمیت بہت سے دیش واسیوں نے آزادی وطن کے لیے ان گنت قربانیاں پیش کیں، پھانسی کے پھندے کو گلے سے لگایا، پا بجولاں عبور دریائے شور کیے گئے اور مختلف قسم کی سزائیں اور اذیتیں برداشت کیں تب جا کر یہ آزادی ہمیں نصیب ہوئی۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے میڈیا کوآرڈینٹر ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے کہا کہ یوم آزادی دراصل ملک وملت کی خدمت اور اس کے لیے قربانی کے تئیں تجدید عہد وفا کا دن ہے۔ استعمار کے خلاف آزادی کا بگل محض ایمانی اور قومی جذبے سے سرشار ہو کر سب سے پہلے مسلمانوں خصوصا اہل حدیثوں نے بجایا تھا، لہذا وہی سب سے زیادہ استعمار کے عتاب کے شکار ہوئے۔ قوم کو ان کا ممنون ہونا چاہیے۔

المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے استاذ مولانا عبدالغنی مدنی نے کہا کہ جدوجہد آزادی میں مسلمانوں نے جو گراں قدر خدمات پیش کیں ہیں، افسوس کہ ان کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ ہمارے طلبہ، اساتذہ اور عوام وخواص کو اپنے آباء کی قربانیوں کو نہ صرف یاد رکھنا چاہیے بلکہ ان روشن یادوں کو نئی نسل تک منتقل کرتے رہنا چاہیے۔

ابھرتے ہوئے اور نوجوان سرجن ڈاکٹر اسعد اصغر نے کہا کہ یوم آزادی صرف خوشیاں منانے کا دن نہیں ہے بلکہ اس موقع پر اپنے آباء واجداد کی قربانیوں کو یاد کرنے اور ملک کی تعمیر وترقی کے سلسلے میں بیداری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ کے استاذ ڈاکٹر عبدالواسع تیمی، سماجی رہنما ڈاکٹر سید عبدالرؤف اور میڈیکل خدمت گار مولانا ربیع اللہ سلفی نے بھی خطاب کیا اور تقریب یوم آزادی کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

واضح رہے کہ اس تقریب میں پرچم کشائی کے بعد دیش گان جن گن من اور قومی ترانہ سارے جہاں سے اچھا گایا گیا اور شرکاء کے مابین شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس تقریب میں المعہد العالی کے اساتذہ وطلبہ اور ملازمین کے علاوہ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے کارکنان ووابستگان اور قرب وجوار کی اہم شخصیات ایاز تقی، شمس الدین وغیرہ موجود تھیں۔



امیر محترم کے دورے ، خطاب اور دروس : حالیہ دنوں امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے مختلف جگہوں کے دعوتی، علمی، تعلیمی وتنظیمی دورے کئے اور مختلف مساجد خصوصاً اہل حدیث منزل میں مختلف عنوانات پر آپ کے دروس ہوئے۔

بتاریخ ۳/اگست ۲۰۲۵ء بروز اتوار امیر محترم حیدرآباد تشریف لے گئے اور وہاں مقامی جمعیت اہل حدیث چنڈولال بارہ دری، دودھ باؤلی، حیدرآباد کے زیر اہتمام منعقد اجلاس عام بعنوان ''سماجی برائیوں کا سدباب'' میں شرکت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔ بعدازاں شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد میں متعدد احباب جماعت اور اعیان سے ملاقاتیں ہوئیں اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔ پھر آپ صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے دفتر تشریف لے گئے۔ وہاں ذمہ داران جمعیت کے ساتھ مختصر نشست ہوئی اور متعدد دعوتی واصلاحی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ اس موقع پر حیدرآباد کے متعدد معززین شہر اور اعیان جماعت سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ امیر محترم وہاں سے جامعۃ المفلحات تشریف لے گئے اور وہاں بھی ذمہ داران اور متعدد مدرسین سے ملاقات ہوئی اور ان سے تعلیمی وتربیتی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ ساتھ ہی مدارس ومساجد کے انتظام وانصرام اور اس کے تحفظ وبقا اور ان میں ضروری اصلاحات اور اہم اقدامات سے متعلق مفید باتیں موضوع بحث آئیں۔

۲۸/جون ۲۰۲۵ء کو امیر محترم کا مختصر دورہ کشمیر ہوا۔ جس میں محترم جناب عبدالقیوم خان صاحب کے فرزند عزیزم نوشاد سلمہ اللہ کی شادی میں شرکت ودعا اور پند ونصائح کی۔ اسی جگہ پر چند اہم شخصیات اور معززین خصوصا وزیراعلیٰ عمر عبداللہ اور روی شنکر ایّر وغیرہ سے بھی ملاقات اور دعا وسلام رہا۔ پھر صوبائی جمعیت اہل حدیث جموں کشمیر کے دفتر میں آپ کا ورود ہوا اور ذمہ داران جمعیت سے دعوتی واصلاحی امور اور آپسی بھائی چارہ پر ناصحانہ گفتگو ہوئی۔ اتفاق سے اس دن وہاں تمام اضلاع کے نظما ودیگر ذمہ داران کی میٹنگ تھی، ان کے ساتھ ایک مختصر مجلس میں ان کو اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے، امن وشانتی، جو جماعت اہل حدیث کا طرۂ امتیاز اور مشن ہے، کو مزید فروغ دینے اور کتاب وسنت کی روشنی میں سلفی منہج واصول پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اس مناسبت سے ڈاکٹر مبشر وانی وفقہ اللہ کی معیت میں سری نگر کے پاس سیاحتی اماکن سے گزرنے کا بھی موقع ملا اور یہ دیکھ اور جان کر بے حد رنج وافسوس ہوا کہ مذموم ومنحوس دہشت گردی کی پاداش میں ان اہم سیاحتی جگہوں پر ہو کا عالم طاری تھا اور دور دور تک کوئی سیاح نظر نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک اور سارے جہان کو انسانیت کے سب سے بڑے ناسور دہشت گردی سے محفوظ ومامون بنادے اور وطن عزیز اور سارے سنسار میں انسانیت اور محبت کو عام فرمائے۔

مورخہ ۸/اگست ۲۰۲۵ء کو امیر محترم بنگلور تشریف لے گئے۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا کے ناظم مالیات جناب کے جے منصور قریشی عرف دادو بھائی صاحب وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ فوراً چھوٹی چار مینار مسجد اہل حدیث تشریف لے گئے جہاں آپ نے جمعہ کا پرمغز خطبہ دیا، پھر ذمہ داران مسجد، احباب جماعت اور مصلیان سے ملاقات کی۔ پھر وہاں سے بڑی چار مینار مسجد اہل حدیث تشریف لائے جہاں مسجد کے ذمہ داران واعیان اور ائمہ کرام اور خدام مسجد کے ساتھ مختصر نشست کی اور پر تبادلہ خیال کیا۔ بعدہ آپ محترم مولانا سید معراج ربانی صاحب کے فرزندار جمند کے عقد مسنون کی تقریب میں ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند محترم جناب الحاج وکیل پرویز صاحب کے ساتھ شرکت کی اور حاضرین کے سامنے شادی بیاہ کی اہمیت وضرورت، اس کے احکام ومسائل اور رسم ورواج کے متعلق مختصر خطاب کیا اور نوبیاہتا جوڑے کو مسنون دعا ومبارک باد دی۔

اگلی صبح امیر محترم تمل ناڈو کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے شہر چنئی میں ذمہ داران جمعیت اور اعیان جماعت سے ملاقات کے علاوہ متعدد خطابات کیے۔ پھر وہاں سے جنوب ہند کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ دارالسلام عمرآباد اور پرنام بٹ ہوتے ہوئے احباب وجماعت کے اصرار اور طلب پر کم تشریف لے گئے۔ وہاں کے بعض اداروں، زیر تعمیر دینی وعصری اسکول اور مساجد کا معائنہ کیا اور مختصر خطاب فرمایا۔ اس موقع پر اعیان جماعت سے مختصر تعارف ہوا اور وہاں کے احوال کی روشنی میں ان کی رہنمائی اور ہمت افزائی کی۔ اس دوران امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھرا پردیش مولانا فضل الرحمٰن عمری صاحب سے ٹیلی فون پر دورہ اور اداروں کے سلسلے میں مفید گفتگو فرمائی۔ پھر وہاں سے نارائنا اسپتال بنگلور میں زیر علاج عزیز مکرم مولانا مطیع الرحمٰن شیث محمد سلمہ اللہ کی عیادت کے بعد آپ کی دہلی واپسی ہوئی۔

ازیں قبل مورخہ ۵/اگست ۲۰۲۵ء کو امیر محترم مغربی بنگال تشریف لے گئے اور جامعہ الامام البانی اتر دیناجپور کے زیر اہتمام تربیتی مشن وتقریب برائے تقسیم انعامات بمناسبت مسابقہ حفظ متون میں شرکت کی اور پرمغز صدارتی خطاب فرمایا۔

امیر محترم نے دعوتی وتنظیمی دوروں کے علاوہ حالیہ دنوں مختلف ملی جماعتوں اور تنظیموں کی میٹنگوں میں شرکت کی اور بہت سے ملی اور تعلیمی مسائل پر گفتگو فرمائی۔ حالات حاضرہ خصوصاً مدارس ومساجد اور وقف جائدادوں کی حفاظت کے سلسلے میں ذمہ داران، وکلاء اور دانشوروں سے تبادلہ خیال کیا۔

۲/اگست ۲۰۲۵ء کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں متعدد وکلاء اور ماہرین کے ساتھ امیر محترم کی صدارت میں ایک اہم نشست منعقد ہوئی۔ جس میں بہت سے امور زیر بحث آئے اور مدارس ومساجد اور اوقاف کے سلسلے میں جماعتوں

،ذیلی جمعیتوں اور مدارس کے ذمہ داروں کے لئے جو رہنما خطوط، ہدایات ، اور لائحہ کافی غوروخوض اور مشورے کے بعد تیار کئے گئے تھے ،ان پر خصوصاً تبادلہ خیال ہوا۔واضح رہے کہ یہ ہدایات ورہنما خطوط مدارس اور صوبائی جمعیتوں کوارسال کئے گئے ہیں۔اسی طرح بہت سے اعیان ملت وجماعت کے ساتھ متعدد میٹینگیں کی گئیں اورآل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جمعیت علماء ہند،آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت وغیرہ کی میٹنگوں میں شرکت کی گئی اور متعدد اہم شخصیات سے تبادلہ خیال ہوا۔

صوبائی جمعیت اہلحدیث تملناڈو و پانڈیچیری کا دعوتی و اصلاحی سفر

: ضلع ترووناملائی بروز اتوار بتاریخ 2/8/2025 بعد نماز فجر چنئی سے صوبائی جمعیت کے امیر شیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری مدنی حفظہ اللہ کے ہمراہ دعوتی و اصلاحی سفر پر نکلے جس میں صوبائی جمعیت کے ناظم مولانا حافظ عبدالواحد صاحب عمری مدنی حفظہ اللہ اور صوبائی جمعیت کے خازن جناب فہیم احمد صاحب اور صوبائی جمعیت کے نائب ناظم مولانا عبدالعلیم عمری صاحب اور چنئی شہر کے۔رائے پیٹ اور ٹریپلیکین کے مقامی جمعیت کے امیر جناب الطاف احمد عرف غیاث صاحب شریک رہے،ضلع ترونا ملائی کا شہر جو کثیر قدیم مندروں کی وجہ شہرت کا حامل ہے ایسے قدیم اور روایتی شہر میں بتوفیق الٰہی جمعیت اہل حدیث کی شاخ قائم کی گئی اور مقامی جمعیت کا انتخاب عمل میں آیا جس میں نیلی کپسم مسجد الرحمٰن اہلحدیث کے امام اور ضلع کڈلور جمعیت کے امیر جناب راض محمد صاحب عمری منبعی بھی شریک مجلس رہے، انتخاب سے قبل امیر محترم اور راض محمد اور ناظم اعلی کا ناصحانہ خطاب ہوا۔وہاں سے چیٹ پیٹ شہر کے لئے روانہ ہوئے ڈاکٹر ذاکر حسین گلی میں واقع قدیم مسجد اہلحدیث کے ذمہ داران ومصلیان سے ملاقاتیں ہوئی جناب عبدالمالک صاحب متولی مسجد ہذا اور جمعیت کے ذمہ دار جناب عظمت اللہ صاحب نے مہمانوں کا استقبال کیا اور عوام الناس میں خطاب ہوا کثیر تعداد میں خواتین موجود تھیں پھر وہاں سے چنئی کے لئے نکلے راستے میں اچارا پکم شہر میں اہلحدیث مسجد مسجد حفیظ اہلحدیث نئی تعمیر ہوئی ہے اس مسجد کو جناب عبدالحفیظ خان صاحب رحمہ اللہ کی اولاد نے جمعیت کی نگرانی میں تعمیر کروایا تھا جو بالکل ہائی وے سے لگی ہوئی اور مسافروں کے لئے وقت پر نماز ادا کرنے کے لئے بہت ہی سہولت کی جگہ ہے، وہاں پہنچ کر مغرب کی نماز ادا کی گئی اور امیر محترم شیخ انیس الرحمٰن اعظمی عمری مدنی حفظہ اللہ نے مرد اور خواتین پر مشتمل کثیر تعداد کو کتاب وسنت پر استقامت کے ساتھ جمے رہنے کی تلقین کی اور رات بارہ بجے ہم تمام عافیت کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے ، یہ مکمل 18 گھنٹوں کا دعوتی اور اصلاحی سفر تھا جس میں امیر محترم کی رفاقت نصیب ہوئی۔اللہ ہم سب کے سفر کو قبول فرمائے: آمین۔(حافظ عبد الواحد عمری مدنی، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ٹمل ناڈو اور پانڈیچیری)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۰ کا)

رب العزت اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے پر اس نعمت کا اثر دیکھے،''وَيَكْرَهُ الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ '' اوراللہ رب العزت غربت وبدحالی،فقیری وتنگ دستی ظاہر کرنے کو ناپسند کرتا ہے،اور''وَيُبْغِضُ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ '' اللہ رب العزت کو یہ بات بھی ناپسند ہے کہ کوئی انسان لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال کرے اور''وَيُحِبُّ الْحَيِيَّ الْعَفِيفَ الْمُتَعَفِّفَ'' اللہ رب العزت باحیا و پاکدامن اور پاکباز لوگوں کو بہت پسند کرتا ہے۔(الصحیحۃ:1320،1290، بیہقی:5791،ترمذی:2819)اللہ رب العزت کو یہ بات پسند ہے کہ بندہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا اظہار کرے،اگراللہ نے نعمتوں سے نوازا ہے تو انسان اس کا اظہار کرے،اچھا کپڑا پہنے،اچھا کھائے اور عمدہ سے عمدہ سواری پر سوار ہومگر انسان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ نعمتوں کے اظہار میں کبروغرور اور تکبر سے کام لے کیونکہ ان چیزوں سے اللہ رب العزت کو نفرت ہے،یعنی کہ اگراللہ نے آپ کو مال ودولت سے نوازا ہے تو اچھا سے اچھا کھائیے اور پیجئے اور اچھا سے اچھا لباس پہنئے مگر کسی کو حقیر وذلیل نہ سمجھئے،اسی بات کا حکم دیتے ہوئے جناب محمد عربی ﷺ نے فرمایا کہ '' كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا فِي غَيْرِ مَخِيلَةٍ وَلَا سَرَفٍ فَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ'' اسراف وفضول خرچی اور کبروغرور اور اترائے بغیر خوب کھاؤ اور پیو اور ساتھ میں خوب صدقہ وخیرات بھی کرتے رہا کرو کیونکہ اللہ کو یہ بات پسند ہے بندے پر اس کی عطا کردہ نعمتوں کا اثر ہو۔(بیہقی:5786) پتہ یہ چلا کہ ہم رب کی نعمتوں کا اظہار تو کریں مگر نہ تو ہم اترائیں اور نہ ہی کبروغرور کو اپنائیں اور نہ ہی کسی کو حقیر وذلیل سمجھیں ورنہ عذاب الٰہی سے دوچار بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ جناب محمد عربی ﷺ نے بنی اسرائیل کا یہ واقعہ سنایا کہا یک آدمی عمدہ لباس پہن کر گھمنڈ وغرور سے چور اتراتے ہوئے، بالوں میں کنگھی کئے ہوئے اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا کہ رب العزت نے اسے زمین میں دھنسا دیا،اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی جائے گا۔(بخاری:5789،مسلم:2088،الصحیحۃ:1507)بغیر کبروغرور کے اللہ کی نعمتوں کا اظہار بھی کیا کرو کیونکہ یہ ادا رب کو پسند ہے اور اللہ کی نعمتوں کو چھپا کر لوگوں کے سامنے میں اپنے آپ کو فقیر ومسکین نہ ظاہر کیا کرو، ورنہ ہمیشہ کے لئے فقیر ومسکین بن جاؤ گے کیونکہ یہ چیز رب کو بالکل بھی پسند نہیں ہے کہ کوئی اللہ کی تمام نعمتوں کو پاکر کے بھی لوگوں کے سامنے میں اپنے آپ کو غریب وفقیر ظاہر کرے،سماج ومعاشرے کے اندر دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو چھپائے پھرتے ہیں،اپنے پاس سب کچھ مال ودولت ، بینک وبیلنس وغیرہ رہنے کے باوجود بھی لوگوں کے سامنے میں اپنی غریبی کا رونا روتے ہوئے یہ کہتے رہتے ہیں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے،تو جو لوگ بھی یہ حرکت کرتے ہیں وہ لوگ یہ بات اچھی طرح سے جان لیں کہ ایسا کرنا رب العزت کو بالکل بھی پسند نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں سے تو اللہ رب العزت کو نفرت ہے جو ایک تو اللہ کی نعمتوں کو چھپاتے ہیں اور دوسری بری حرکت تو یہ کرتے رہتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے میں اپنے آپ کو غریب وفقیر ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

☆☆

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"
JARIDA TARJUMAN
(FORTNIGHTLY)
AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006
PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without Pre-payment in LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25
September 1-15-2025

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam